UNIVERSAL LIBRARY

OU_226275

UNIVERSAL LIBRARY

جملہ حقوق محفوظ

بعونہ تعالیٰ

آئینہ خود شناسی

تصوف کی نظیر کتاب

مصنفہ

منشی نجم الدین صاحب سابق ورنیکلر سپرنٹنڈنٹ ڈپٹی انسپکٹر محکمہ تعلیم متوطن پانی پت ضلع کرنال

جسکو

قسام الفقراء ملک محمد الدین ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین

نے

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوا!

قیمت فی جلد ۱۲ بار ششم تعداد طبع (۱۰۰۰)

مذاق العارفین اردو ترجمہ احیاء العلوم الدین

مصنفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہ کتاب چار جلدوں میں ہے عاشقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خاص بندگان خدا کیلئے یہ ایک غیر مترقبہ نعمت ہے احیاء العلوم الدین ایک مشہور کتاب ہے خصوصاً پابندگان شریعت کیلئے اور عموماً صوفیاء کرام کیلئے تصوف کی یہ کتاب لاجواب ہے ۔ قیمت صرف .. للعہ

برزخ

مؤلفہ حضرت سید محمد شاہ صاحب عرف ذوقی شاہ بی۔اے سابق ایڈیٹر آبزرور جنہوں نے اب دنیا کے تمام تعلقات چھوڑ کر فقیری بانا اختیار کر لیا ہے یہ حلقہ المشائخ دہلی کے ایما پر لکھی گئی ہے کتاب کے شروع میں سیدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب کا ایک دلچسپ دیباچہ ہے ۔ قیمت ۱۰ ر

شمس تبریز

مولانا روم علیہ الرحمۃ کے مرشد خواجہ شمس الدین تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وخوارق عادات میں یہ کتاب اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہے ۔ قیمت .. ۶ ر

میلاد النبی

سرکار کائنات فخر موجودات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی ۔ قیمت .. .. ۱۲ ر

آئینہ خود شناسی

تصوف کی بے نظیر اور لاجواب کتاب ہے خدا شناسی وخدارسی کا رہبر ۔ قیمت .. .. ۶ ر

یاد رفتگاں

اس کتاب میں شہر لاہور کے خصوصاً اور پنجاب کے عموماً جملہ اولیاء کرام و صوفیاء عظام کے حالات نہایت شرح وبسط سے درج کئے ہیں۔ پروفیسر محمد اقبال ایم۔اے اور مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اس کو ازحد پسند کیا ہے ۔ قیمت صرف ۱۲ ر

حالات حضرت مولانا روم

حضرت مولانا روم مصنف مثنوی شریف کے حالات وکرامات میں یہ کتاب منشی محمد الدین صاحب فوق ایڈیٹر کشمیری میگزین کی تصنیف حال طبع ہوئی ہے بڑی دلچسپ اور قابل دید ہے ۔ قیمت ۱۲ ر

ملنے کا پتہ: منیجر صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات (پنجاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنامِ آنکہ او نامے نہ دارد　　بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

در حقیقت نیست حق را ہیچ نام　　دم زدن اینجا نشاید والسلام

عوالم خمسہ

کاملین نے ذات کے مراتب یا عوالم جو از روئے کشف تحقیق کئے ہیں وہ یہ ہیں

۱۔ ہاہوت

وہ عالم۔ [illegible] اپنی خبر نہ اس بے خبری کی خبر۔

۲۔ لاہوت

یہاں اپنی خبر ہوتی ہے اور الوہیت کا دعوےٰ۔

۳۔ جبروت

یہاں اپنے وجود سے خود بخود بالتفصیل شناسائی ہوتی ہے۔

۴۔ ملکوت

یہاں اپنی تسبیح و تہلیل میں آپ مشغول ہوتا ہے۔

۵۔ ناسوت

یہی عالم ظاہر جہاں ہر مظہر میں خود ظاہر ہے۔ یا یوں سمجھو:۔

(۱) جب خواہشوں میں پڑا ناسوت میں ہے۔

(۲) جب اپنی حمد و ثنا میں مشغول ہوا ملکوت میں ہے۔

(۳) جب اپنے آپ کو پہچانا جبروت میں ہے۔

(۴) جب انّی و انا کا نعرہ مارا لاہوت میں ہے۔

(۵) جب سب حالتیں گم ہیں یعنے غیب مطلق تو ہاہوت ہیں ہے۔

یا یوں سمجھو کہ ہاہوت باطن لاہوت کا۔ اور لاہوت باطن جبروت کا۔ اور جبروت باطن ملکوت کا اور ملکوت باطن ناسوت کا۔ اور یہ مراتب جہات سے پاک ہیں نہ اوپر نہ نیچے۔ نہ دائیں نہ بائیں۔ نہ آگے نہ پیچھے۔ اسی طرح زمانہ کو بھی یہاں دخل نہیں اور یہ جو مراتب کی تقدیم و تاخیر ہے صرف سمجھنے سمجھانے کیلئے ہے۔ ورنہ ذاتِ حق اس سے پاک ہے کہ پہلے کچھ اور تھی اور پیچھے کچھ اور ہو گئی۔ بلکہ وہ ہر آن میں وہی ہے جو تھی۔

تمثیلات

۱۔ تمثیل عمارت

جب ایک کامل فن معمار تعمیر مکان کا ارادہ کرتا ہے تو اول اس کے ذہن میں ایک [illegible] بالاجمال پھر اُس کے تمام اجزا کو بالتفصیل اپنے ذہن میں بمقتضائے حکمت ترتیب دیتا ہے پھر اُس ترتیب کے موافق کاغذ پر نقشہ تیار کرتا ہے۔ پھر ٹھیک اُسی کے مطابق خشت و مصالحہ سے در و دیوار بنا کر مکان کھڑا کر دیتا ہے پس وہ اجمالی مکان جو ذہن معمار میں ہے مقام لاہوت ہے اور اُس کی تفصیلی صورت جبروت اور اس کا نقشہ کاغذ پر عالم مثال یا ملکوت اور مکان تعمیر شدہ ناسوت ہے اور وہ حالت کہ نہ مکان تھا۔ نہ اس کا نقشہ نہ تعمیر کا ارادہ نہ معمار کو اپنی اور اپنے کمال کی خبر وہ ہاہوت

۲۔ تمثیل آفتاب

آسمان پر چاند کا چمکنا۔ زمین پر موسموں کا بدلنا۔ نباتات کا اُگنا۔ پھولوں کا کھلنا پھلوں کا پکنا۔ سمندر سے بخارات کا اُٹھنا ہواؤں کا چلنا۔ مینہ کا برسنا۔ ندی نالوں کا چڑھنا حیوانات کی چہل پہل یہ سب کچھ آفتاب جہانتاب کے پرتوے سے ہو رہا ہے۔ مگر وہ اُس کی شعاعیں نہ مقید ہیں آزاد۔ نہ کسی سے تعلق نہ بے تعلقی۔ نہ مشغول بکار۔ نہ معطل و بیکار بلکہ بلاغرض و حاجت اپنے آپ درخشان و تابان ہے۔

۱

۳۔ تمثیل سیاہی

سیاہی ذات ہے تو حروف و نقوش صفات ہیں۔ ذات پر نظر کرو تو واحد ہے۔ صفات پر خیال کرو تو بیشمار طرح طرح کے خطوط و نقوش نمایاں ہیں۔ مگر سب کی اصل سیاہی ہے۔ اور ہر شکل میں وہی ظاہر ہے۔ پس جو نمودار ہے وہ عین سیاہی ہے غیر نہیں۔

۴۔ تمثیل خلا

یہ طلسمات عالم خلا میں نمودار ہے۔ لیکن خلا میں اسکے ہونے سے کچھ بیشی نہ اس کے نہ ہونے سے کچھ کمی۔ ہر ذرہ اس میں ہے اور وہ ہر ذرہ کو محیط۔ نہ کسی سے جدا ہے نہ کسی میں شامل جوں کا توں الآن کما کان۔

۵۔ تمثیل برف

فرض کرو کہ ایک بحر اعظم ہے۔ نہ اسکی ابتدا ہے نہ انتہا نہ کنارہ ہے نہ تھاہ۔ اس میں برف کی چٹانیں پڑی تیر رہی ہیں۔ اب غور کرو تو صورت برف ہے اور معنی پانی اس صورت میں ظاہر کون ہے؟ وہی پانی۔ اور باطن کیا ہے؟ وہی پانی اول کیا تھا؟ وہی پانی آخر کیا ہے؟ وہی پانی۔ غرض برف ایک نمود بے بود ہے پانی سے پانی پر اور عین پانی ہے۔ برف کی صورت اور اسم البتہ فانی ہیں۔ در اصل پانی کے سوا نہ کچھ تھا نہ ہے۔ نہ ہوگا۔ جب برف کو اپنی حقیقت کھلی تو زبان حال سے کہتا ہے۔

اعلم

ظاہر تو ہے تو میں نہاں ہوں | باطن تو ہے تو میں عیاں ہوں
تو ہی ظاہر ہے تو ہی باطن | تو ہی تو ہے تو میں کہاں ہوں
تیرے ہوتے کہیں نہیں میں | اول آخر نہ درمیاں ہوں
جز نام نہیں نشان میرا | بیچ بیچ میں بحر بیکراں ہوں

اب دریا کے موج و حباب پر نظر کرو تو وہ بھی پانی کے تعینات کا نام ہے۔ پس حقیقت میں پانی ہی پانی ہے نہ غیر۔

اے موج ز آب کے جدائی داری　　　دانی او ئی وگر ندانی اوئی

تنبیہ

اے بروں از وہم و قال و قیل من　(روم)　خاک بر فرقِ من و تمثیل من

جسکی صفت لیس کمثلہ شئی ہے اُسکی معرفت میں برہان و دلیل کیا اور تشبیہ و تمثیل کیا دونوں بیکار محض ہیں عقل کی مجال نہیں کہ اس میدان میں برہان و دلیل کے گھوڑے دوڑا سکے ؎

عقل درآمد کہ طلب کردمش　(نظامی)　ترکِ ادب بود ادب کردمش

تمثیل و تشبیہ اور وہ بھی محسوسات کی اگرچہ ایک کھیل ہے تاہم اُس میں مقصود اصلی کیطرف ایک اشارہ لطیف ہوتا ہے جو طلب و تلاش کو تازہ اور دل کو گرم کرتا ہے خاص کر طالبان مبتدی کے حق میں برہان و دلیل سے زیادہ موثر ہے اُن کی استعداد و مذاق سے یہ طریقہ زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور بعد حصول وصول خود معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ گوڑیوں کا سا کھیل بچپن میں مزہ دیتا ہے نہ کہ جوانی میں ؎

جھٹ پٹ کھیلے سچ ہو وے　　　سچ سچ کھیلے بِرلا کوے

ایں تصویر دریں تخیل لعبت است　(روم)　تا تو طفلی پس بدانت حاجت است

چوں ز طفلی رست جاں شد در وصال　　　فارغ از حس ست و تصویر و خیال

ذات

آنچہ بینی پیش از انت راہ نیست　(الاعلم)　غایت فہم تو شد اللہ نیست

بحر اعظم میں نہ طوفاں ہے نہ موج و گرداب　(اعلم)　خشک ہے آب واں اور ہے قطرہ نایاب

نہ پتا ہے نہ ٹھکانہ نہ کوئی راہ و مقام　　　یعنی الآن کما کان نہ مبدا نہ مآب

ذات بحت ہستی مطلق ہے جو اپنی حقیقت آپ ہے وہی ہست ہے وہی ہستی۔ خود قایم و قیوم۔ خود ناظر و منظور خود ظاہر و مظہر ہے۔ نہ کل ہے نہ جز۔ نہ مطلق ہے نہ مقید نہ عام ہے نہ خاص۔ نہ اُس میں وحدت ہے نہ کثرت۔ نہ اُس کو زوال ہے نہ تغیر۔ نہ علم میں سماتی ہے

نہ دید میں آتی ہے۔ سب اُسی سے پائے جاتے ہیں مگر کوئی اُس کو نہیں پا سکتا۔ وہ سب کو محیط ہے لیکن خود احاطہ سے باہر ہے۔ غیر سے بے نیاز اور ماسوا سے پاک ہے۔ فہم و قیاس عقل ادراک۔ جسم و جان۔ اسماء و صفات سب اُسمیں گم ہیں۔ اُسکی شناخت حیرانی اور اُسکا نشان بے نشانی ہے۔ عقل حرف آشنا کہتی ہے کہ وہ ہے۔ وجدان بولتا ہے کہ جو کچھ ہے اُسی سے ہے یا اُسی میں ہے بے خودی غل مچاتی ہے کہ خود وہی ہے سه

دو عالم چیست نقش صورتِ دوست ... چہ جائے نقش و صورت بلکہ خود اوست

صفات

ہے رنگ لالہ و گل و نسریں جدا جدا (غالب) ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہئے

یعنی بحسب گردشِ پیمانہ صفات ... عارف ہمیشہ مست مئے ذات چاہئے

جب ہستی مطلق مرتبہ ظہور میں کسی خاص تجلی کیساتھ جلوہ گر ہوتی ہے تو اُس نسبت کو صفت کہتے ہیں اگرچہ سمجھنے میں صفت ذات سے اور ایک صفت دوسری صفت سے جدا ہے لیکن ذات کی تجلی ذات پر کوئی شئے زائد نہیں اس لئے صفت غیر ذات نہیں البتہ لازم ذات ہے کیونکہ ذات کا ظہور ہمیشہ بپردہ صفات ہی میں ہوتا ہے۔ قلندر صاحب

ذات را لازم بود قید صفات ... ہم صفاتش را بود ملزوم ذات

لطافت بے کثافت جلوہ آرا ہو نہیں سکتی (غالب) چمن زنگار ہے آئینۂ باد بہاری کا

ذات حق کی صفات بھی کامل و قدیم ولازوال ہیں۔ اور اُنکی حقیقت کا ادراک بھی ایسا ہی محال ہے جیسا کہ ذات کا۔ اور صفات اگرچہ نامحدود و نامحصور ہیں مگر اُنکی کثرت سے ذات کی وحدت حقیقی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ مثلاً کسی شخص سے طرح طرح کی ادائیں ظاہر ہوتی ہوں تو اُس سے وحدت شخصی بدل نہ جائیگی۔ الغرض صفات ذاتیہ یا اعلیٰ صفات سات ہیں :-

(۱) حیات (۲) علم (۳) قدرت (۴) ارادہ (۵) سمع (۶) بصر (۷) کلام - اسما

ایں اسامی از صفت پیدا شدہ (قلندر صاحب) غنچۂ ذاتش چوں گل واشدہ

ذات باعتبار صفت کے اسم ہے۔ مثلاً اللہ ذات ہے مع جمیع صفات کے اور علیم ذات ہے مع علم کے اور قدیر ذات ہے مع قدرت کے پس اللہ اسم ذات ہے اور علیم و قدیر اسمائے صفات اور جسطرح صفت غیر ذات نہیں اسم بھی غیر ذات نہیں بلکہ اسم عین مسمّٰی ہے۔ یعنی وہی علم ہے وہی علیم وہی قدرت ہے وہی قدیر۔ اور چونکہ صفات کثیر ہیں اس لئے اسما بھی کثیر ہیں۔ پھر ہر ایک اسم مرتبہ ظہور میں اپنے کمال کیساتھ تجلی کرتا اور اپنے مظاہر میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ مثلاً علیم کا ظہور معلوم ہے چنانچہ علم الٰہی میں کل معلومات ذرہ ذرہ ازل سے لیکر ابد تک حاضر ہے لیکن یہ معلومات بھی غیر نہیں ہی ذات ہے وہی علم وہی عالم وہی معلوم۔ اب مراتب ظہور پر غور کرو جتنا ظہور زیادہ اتنا ہی حجاب زیادہ یعنی ذات کا حجاب علم ہے تو علم کا حجاب عالم اور عالم کا حجاب معلوم۔ اس سے ظاہر ہے کہ حجاب بھی غیر نہیں بلکہ وہ اپنا حجاب آپ ہے ؎

حجاب روئے تو ہم روئے تست در ہمہ حال　　　نہانی از ہمہ عالم ز بسکہ پیدائی

یہانتک جو مراتب ظہور بیان کیے گئے وہ ذات کے ذاتی ہیں یعنی ذات اور لازم ذات ہیں۔ ذات بغیر انکے اور وہ بغیر ذات کے نہیں۔ اس لئے انکی ہستی واجب ہے۔ اور وہ کمی و بیشی سے یا زوال و تغیر سے پاک ہیں۔ اس کے بعد جو مراتب ظہور ہیں وہ آثار و افعال ہیں جنکا وجود اصلی نہیں بلکہ اسما و صفات کی تجلی اُن کے لباس میں ظاہر ہو رہی ہے۔ اس لئے وہ موجود معلوم ہوتے ہیں۔ ان ظہورات کو دو جہان بولتے ہیں۔ اوّل عالم امر ہے۔ دوسرا عالم خلق۔ اوّل کو ملکوت دوسرے کو ناسوت بھی کہتے ہیں لیکن ظہور دو جہان سے ذات میں کچھ زیادتی نہیں ہوئی۔ اگرچہ کثرت بڑھ گئی تاہم ذات جیسی تھی ویسی ہی اب ہے۔ مثلاً تم ایک آئینہ خانہ بناؤ اور اس میں اپنے آپ کو دیکھو تو ہر آئینہ میں بقدر اُسکی وسعت و استعداد کے تمہاری شکل و صورت اور قد و قامت کا ظہور ہے اور ظہور بھی بکثرت لیکن تم بحال خود ہو نہ گھٹے نہ بڑھے ؎

حق ز ایجاد جہاں افزوں نشد　　　(اردم) آنچہ اوّل آں نبود اکنوں نشد

در اثر افزوں شد و در ذات نے　　　ذات را افزونی و آفات نے

روحِ اعظم

ذات نے چاہا کہ اپنے جمال ذاتی اور کمال صفاتی کو خود مشاہدہ کرے تو اُس نے روح کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور اس آئینہ میں اپنے جمال و کمال کا جلوہ دیکھکر اپنی حمد و ثنا کی جس کا ظہور روح میں ہوا اب روح کی شرح اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی کہ وہ امر ربی ہے اور امر کے معنے یہ ہیں کہ جب کسی شے کا ارادہ کیا تو کہہ دیا کہ ہو سو ہو گئی ؎

رہِ جاں اوّل از کتمِ عدم بود | ز ذاتش در صفت اوّل قدم بود
رہِ جاں اوّل از ذاتِ تعالےٰ | نفختُ فیہ شد از قدرتِ لا

غرض یہ ہے کہ ارادت و قدرت کا اظہار روح ہے اور وہ ذات جامع صفات کیلئے بمنزلہ آئینہ ہے یعنے جو کچھ ذات میں ہے وہی روح میں جلوہ گر ہے۔ یا یوں سمجھو کہ ذات جان ہے تو روح اُسکی صورت ہے جس طرح ذات مخفی ہے اسی طرح روح مستور ہے۔ اور ذات کی طرح روح کی حقیقت بھی عقل و فہم کی دسترس سے باہر ہے۔ بیان میں اتنا ہی سکتا ہے کہ وہ ایک عالم قدس ہے جو کیفیت و کمیت سے قسمت و مساحت سے شکل و صورت سے انصال و انفصال سے جہالت و سمات سے پاک ہے ہم اور بھی ایسی چیزیں پاتے ہیں جن کی نسبت نہیں کہہ سکتے کیا ہیں؟ کیونکر ہیں؟ کیسی ہیں؟ اور کتنی ہیں؟ مثلاً شادی و غم کا اثر حسن و عشق کا جذبہ۔ ذائقہ و آواز کی کیفیت ہم معلوم کرتے ہیں اس لئے جانتے ہیں کہ یہ چیزیں ہیں لیکن انکی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ پھر روح جو تمام معلومات حسی و خیالی و عقلی سے برتر و لطیف تر ہے اُسکی حقیقت کو کون جان سکتا ہے؟ ہاں وہ آپ ہی جانے تو جانے۔ درحقیقت روح جملہ موجودات میں موجود اوّل اور خلیفۃ اللہ ہے۔ باقی تمام موجودات کی ہستی اُسی کے فیضان سے ہے۔ دونوں جہان اُسکے تصرف میں ہیں سب کو محیط اور سب میں ساری ہے مگر ہر شے میں اُسکا ظہور جداگانہ ہے جیسی جسکی استعداد ہے ویسا ہی اُس کا ظہور ہے۔ فرشتوں میں عصمت ہے تو حیوانات میں خواہش۔ نباتات میں نمو ہے تو جمادات میں کشش۔ بلکہ وہ عین ہستی اشیا ہے۔ وہ اشیا سے اور اشیا اُس سے جدا نہیں صورت اشیا جسم ہے اور معنی اشیا

روح جسم کی ہستی بے روح نہیں اور روح کا ظہور بے جسم کے نہیں ؎

ہم در تن ہر واحد ہم جملہ جہاں باشد ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ در پردہ نہاں باشد بے پردہ عیاں باشد

جسم فانی ہے مگر اسکی فنا روح پر کچھ اثر نہیں کرتی اگر گھوڑا مر گیا یا گاڑی جلگئی تو سواری کی بلا سے۔

من ہمانم شہسوار شیر گیر ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ مرکب من گر بمیرد گو بمیر

اس میں شک نہیں کہ روح ہم میں ہے اور ہم روح میں بلکہ ہم خود روح ہیں لیکن مبتلائے وہم ہیں اور اپنی نادانی سے جسمانی سود زیاں کے سودے میں ایسے مشغول ہوئے کہ اپنی اصل سے دور و مہجور ہو گئے کچھ نہیں جانتے کہ ہم کون ہیں اور کیا ہیں ؎ حضرت عطارؒ

نکو بنگر کہ بس چیزے عزیزی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ خبر از خود نداری تا چہ چیزی

کہ با روح القدس ہر دم رفیقی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ توئی مرموز اسرار حقیقی

برب الکعبہ بیت اللہ گردی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ اگر از جان خود آگاہ گردی

روح اعظم ایک ہے اور اس کا پرتو اجسام انسان میں جدا جدا ہے اور اسی جداگانہ پرتو کا نام روح جزوی ہے۔ ان جزوی روحوں کی کثرت سے روح اعظم کی وحدت میں کچھ حرج نہیں پڑتا۔ مثلاً آفتاب کی روشنی بے شمار چیزوں پر پڑتی ہے جو مکدر ہیں اُن پر صرف دھوپ دکھائی دیتی ہے جو صاف ہیں اُن میں خود آفتاب نظر آتا ہے۔ اب چیزوں پر خیال کرو تو جا بجا دھوپ اور لاکھوں آفتاب ہیں بایں ہمہ نیر اعظم واحد و لاشریک ہے۔ ؎ رومؒ

نفس واحد روح انسانی بود ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ تفرقہ در روح حیوانی بود

در درون روزن ابدان ما ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ مفترق شد آفتاب جان ما

قلب

اے خنک آنکس کہ دل دانذ پوست (روم) ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ مادر و بابا و اصل خلق اوست

جیسے روح ذات کا آئینہ ہے ایسے ہی قلب اسما و صفات کا آئینہ ہے جو تجلی روح میں مجمل ہے وہ قلب میں مفصل ہے پس قلب بھی روح کی طرح عالم بے پایاں بے حد بے جہت اور لامکاں ہے ؎

میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے

قلب کی اصل تو عالم امر ہے مگر اس کا سایہ عالم خلق ہے۔ جو کچھ قلب میں موجود ہے اسی کا نمونہ عقلی اور نفسانی قوتوں کے امتزاج سے خلق کی صورت میں ظہور کرتا اور بذریعہ حواس کے معلوم و محسوس ہوتا ہے ورنہ یہ گوناگوں صورتیں معدوم محض ہیں اسی سبب سے خلق کو نمود بے بود یا ہستی موہوم کہتے ہیں خیر سایہ کہو یا ہستی موہوم سمجھو مگر وہ باطل و بے کار نہیں ہے۔ بلکہ ان معدوم صورتوں میں اسماء صفات الٰہی کے آثار و افعال نمایاں ہو رہے ہیں۔ جو نافہموں اور ظاہربینوں کیلئے حجاب حقیقت ہیں اور ارباب فہم و نظر کیلئے واسطۂ انکشاف ذات ہیں ع

زانکہ سالک بحقیقت رسد از راہ مجاز

وہ ان ذرات کا سراغ یوں لگاتے ہیں جیسے زیور سے طلا کا۔ کوزہ سے گل کا۔ بو سے گل کا۔ شجر سے تخم کا۔ اور شعاع سے آفتاب کا۔ غالب ؎

یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا

عالم خلق کی نمود کیلئے نفس بجائے ماں کے اور عقل بمنزلۂ باپ کے ہے نفس ہمیشہ اُن خواہشوں میں مشغول رہتا ہے جو محسوسات کے متعلق ہیں۔ جب اُسکی کشش غالب ہوتی ہے تو وہ قلب کو بھی اپنا ہمرنگ بنا لیتا ہے یہی موجب رنج و الم ہے عقل کو محسوسات سے حظ نہیں آتا بلکہ وہ معقولات پر فریفتہ رہتی ہے جب اُسکی قوت زبردست ہوتی ہے تو قلب کو وہ اپنا ہم مشرب بنا لیتی ہے اور تصورات و تخیلات کا مزہ چکھاتی ہے یہی باعث انبساط و سرور ہے لیکن قلب کیلئے رنج و راحت دونوں زنجیریں ہیں جو اُس کو عالم خلق کے حبس بیجا میں رکھتی ہیں۔ رومی ؎

جبر تیلے را بر ستوں بستہ پر و بالش را بصد جاں خستہ

جب وہ ان دونوں پھندوں سے رہائی پاتا ہے تو اُسکو نجات ابدی حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنی اصل یعنی روح سے جا ملتا ہے اور تجلیات الٰہی کا آئینہ بن جاتا ہے اُسوقت وہ اپنے آپ کو عین حق دیکھتا اور انا الحق کا نعرہ بلند کرتا اور انی انا اللہ کا شور مچاتا ہے۔ عطار ؎

فارغم از کبر و کینہ و زہوا　　من خدایم من خدایم من خدا

الحاصل قلب ہی موجب ستگاری ہے اور وہی باعث گرفتاری - اگر اس ہستی موہوم کی جال میں پھنس گیا جو خود اُسی کا سایہ ہے تو وہ گور سے زیادہ تنگ و تاریک ہے اور اگر اس جال کو توڑ کر اڑ گیا اور روح قدسی سے وصل ہو گیا تو وہی بہشت جاودانی اور دیدار الٰہی ہے - نظم

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست　　دل فرازِ عرش باشد نے بہ پست

زیں چنیں دل گور بہتر مر ترا　　آخر از گورِ دل خود بر تر آ

دل نباشد غیر آں دریائے نور　　دل نظرگاہِ خدا وانگاہ کور

روح اس ہستی موہوم سے بیزار ہے مگر نفس اُس پر فریفتہ ہے اور قلب ان دونوں کے درمیان میں ہے جس کا غلبہ ہوتا ہے اُسی کا ساتھ دیتا ہے -

نفسِ کُل

نفسِ کُل روح اعظم کا نتیجہ ہے جو فیض روح کو ذات پاک سے پہنچتا ہے اُس کو نفس قبول کر لیتا اور اُسکی تفصیل کا محل بنجاتا ہے اور تمام کائنات روح و نفس کے ملاپ سے پیدا ہوتی ہے اور ان دونوں کے درمیان میں قلب متوسط ہے مگر قلب مثل روح کے عالم امر سے ہے اور نفس عالم خلق سے ہے اور نفس کُل کا پرتو انسان میں نفس جزوی ہے جس کو نفس ناطقہ انسانی کہتے ہیں اور وہ خلاصہ ہے روح حیوانی و طبعی کا جو ترکیب عنصری سے پیدا ہوئی ہیں - غرض اوصاف حمیدہ کا سرچشمہ روح ہے اور ذمیمہ کا مخزن نفس ہے ابتدا میں وہ خواہشات و لذات حسی کا پابند ہوتا ہے اور ہر دم افعال بد کا حکم دیتا ہے اس حالت میں اُسکا نام نفس امارہ ہے مگر جب تہذیب پاتا ہے تو بدی کے میلان سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو خود ملامت کرتا ہے اس حالت میں اُس کا نام لوامہ ہے جب تہذیب میں کامل ہو جاتا ہے تو اوصاف بد سے بالکل پاک و صاف رہتا ہے اسوقت اسکا نام مطمئنہ ہے اور اُس سے ہمیشہ افعال نیک ہی سرزد ہوتے ہیں پس نفس مطمئنہ قلب کا قائم مقام بنجاتا ہے اور قلب روح کے مقام میں ترقی کرتا ہے اسی حالت کا نام نفس کا مرجانا ہے - نظم

ہر کہ مردا اندر تنِ او نفسِ گبر　　مرورا فرماں بَرد خورشید و ابر

تمہید خود شناسی

تو نمی دانی کہ آخر کیستی　　(مردم) جہد کن چنداں کہ دانی چیستی

جانِ جملہ علمہا این است ایں　　کہ بدانی من کیم در یوم دیں

ہر شے میں تین تین پائی جاتی ہیں۔صورت۔روح۔حقیقت یہی تینوں انسان میں ہیں۔اُس کی صورت جسم ہے۔ علاوہ ہے عالمِ ناسوت کا اُس کی روح خلاصہ ہے عالم ملکوت کا۔اسکی حقیقت صفات و ذات حق ہے جو اصل ہے جبروت ولاہوت کی۔غرض انسان جملہ مراتب ظہور کا مظہر اتم ہے اور اس میں سب عالم جمع ہیں۔لہٰذا وہ ان عالموں کی حقیقت کے ادراک کا ملکہ رکھتا ہے مگر یہ ملکہ ہر ایک میں یکساں نہیں بلکہ افراد انسان میں اُسکے مدارج نہایت مختلف ہیں کسی میں وہ ملکہ ایسا پُرزور نہ اُستاد کی حاجت نہ رہبر کی ضرورت۔ذات حق کے سوا کوئی اُسکا ہادی نہیں بنا۔لاتوسط مبدءِ فیاض سے وہ فیض پہنچا کہ عالم ناسوت میں لاہوت تک کی سیر کی اور مسلک کے تمام منازل مقامات سے بخوبی واقف ہو گیا۔کسی میں ملکہ استاقوی نہ ہوا تو اُس نے اُن کاملوں کے ارشاد کی پیروی کی اور اُنکی اطاعت سے منزل مقصود تک پہنچا اسی طرح چراغ سے چراغ روشن ہوتا گیا۔مولوی معنوی

ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیا　　مردہ را زیشاں حیات ست بہا

جانہائے مُردہ اندر گورِ تن　　بر جہد ز آواز شاں اندر کفن

شیخ فعال است بے آلت چو حق　　با مریداں دادہ بے گفتے سبق

اندریں یم ماہیانِ پرفن اند　　مار را از سحر ماہی مے کنند

ماہیانِ قعر دریائے جلال　　بحر شاں آموختہ سحر حلال

غرض منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے سب سے افضل طریقہ کل عالم کے برگزیدہ رہنماؤں نے بالاتفاق یہ بتایا ہے کہ اوّل توحید کو جانے پھر اپنے آپ کو پہچانے توحید کا جاننا اس لئے شرط ہے کہ ذات واحد کا ظہور بغیر کثرت کے ممکن نہیں اور کثرت میں ہر ایک مظہر کو دوسرے سے اختلاف ہے

پس جو شخص کسی مظہر خاص کا معتقد ہوگا تو وہ دوسرے مظاہر سے ناخوش ہوگا اور تکلیف پائیگا برخلاف اس کے جو توحید میں پختہ ہوگا وہ ایک مظہر میں ذات واحد کو جلوہ فرما دیکھیگا۔ بلا ہو یا عیش۔ نور ہو یا ظلمت۔ بھلائی ہو یا برائی۔ غرض کسی شان و لباس میں اُس کو غیر کا دھوکا نہ ہوگا ؎

بھر رنگے کہ خواہی جامہ در پوش　　　　کہ من آں قد موزوں را شناسم

اس لئے اُسکی راہ میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا۔ ہر طرف اُسکے لئے راہ طلب کشادہ ہے

ع　جاسئے کہ می رود ہمہ ملکِ خدائے اوست

اپنے آپ کو پہچاننا اس لئے شرط ہے کہ عالم ظہور میں جتنے مظاہر ہیں کیا ملک کیا فلک کیا حیوان کیا نبات کیا جماد خاص خاص صفات کے مظہر ہیں۔ صرف انسان ہی ایسا وجود ہے جو جمیع صفات و اسمائے الٰہی کا مظہر کامل ہے۔ رومؔ ؎

آدم اصطرلاب گردون علوست　　　　وصف آدم مظہر آیات اوست

اب جو کامل کو چھوڑکر ناقص مظاہر میں اُسکو تلاش کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ گمراہی میں پڑتا ہے۔ سعدیؔ ؎

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی　　　　کیں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان ست

مگر کسی چیز کا علم حاصل کرنے کیلئے یہ ضرور ہے کہ کچھ کیفیت اُسکی پہلے سے معلوم ہو جائے۔

کیفیت توحید

یعنی ذات واحد کو جو کثرت میں جلوہ گر ہے ایک جانے اور ہر شئے کو حق کی طرف سے سمجھے اور اُسی کا حکم مانے۔ وسائل و اسباب پر نظر نہ ڈالے بلکہ دوسرے کا خیال ہی دل میں نہ لائے۔ عطارؔ ؎

بھر چیزے تو مسنگر تا توانی　　　　خدا را بیں تو از روے معانی

شناخت

یہ ہے کہ نہ کسی کا شکوہ کرے نہ کسی پر غصہ۔ نہ تعلق نہ بے تعلقی۔ ورنہ کُتّے سے بدتر ہے کیونکہ وہ دو مارنے والے پر دوڑتا ہے نہ کہ لاٹھی اور پتھر پر ؎ واعظؔ

در خاطر شاں ز خاص و زعام　　　　یکساں شدہ آفرین و دشنام

چوں نیک و بد از خدا سے دیدند　　رو از ہمہ خلق درکشیدند ۔

اگر کسی سے نفع پہنچے تو اس کو بھی من جانب حق سمجھے نہ اس شخص سے رغبت ہو نہ نفرت
نہ کسی سے مدد چاہے نہ توقع رکھے ؎ مولوی معنوی

من نخواہم لطف حق از واسطہ　　کہ ہلاک خلق شد زیں رابطہ

جب دل میں وحدت سما جائیگی تو دوئی دور ہو جائیگی اور خیال غیر سے دل صاف ہو جائیگا اسوقت
وہ رموز منکشف ہونے لگیں گے جو پہلے تصور میں بھی نہ گذرتے تھے ؎ معنوی

ہر کرا باشد ز سینہ فتح باب　　او ز ہر ذرہ بہ بیند آفتاب

جب یہ علم پیدا ہو جاتا ہے تو یقین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اسکے بعد دید کی آرزو پیدا ہوتی ہے ۔

مجاہدہ

باچناں رحمت کہ دارد شاہ ہش　(ردوم)　بے ضرورت چوں بگوید نفس کش

دید و یافت کیلئے مجاہدہ لابد ہے کیونکہ مشاہدہ بے مجاہدہ محال ہے ۔ دودھ سے مکھن
سنگ سے لعل ۔ زمین سے پانی بے محنت نہیں نکل سکتا ۔ مولوی معنوی ؎

ہیچ چہ کن خاک مے کن گر کسی　　زیں تن خاکی کہ در آبے رسی

اس لئے طالب کو چاہیے کہ اول علایق دنیوی مثلاً فکر اہل و عیال ۔ اندیشۂ زر و مال حب جاہ
و حب وطن وغیرہ سے قلب کو خالی اور حواس ظاہر و باطن کو جمع کر کے یکسوئی حاصل کرے ۔
حواس ظاہری کا روکنا تو گوشۂ تنہائی میں ممکن ہے ۔ مگر باطنی کا مشکل ہے اس کیلئے ضرور ہے کہ ذکر کی
مشق یہانتک کرے کہ زبان سے گزر کر قلب سے جاری ہو ۔ اور لفظ محو ہو کر معنی ہی رہجائیں ؎

بے لب و بے حرف میگو نام رب　(ردوم)　پس ز جاں کن وصل جاناں اطلب

خویشتن عریاں کن از جملہ فضول　　ترک خود کن تا کند رحمت نزول ۔

اس مشق سے رحمت کاملہ کے قبول کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے ۔ ایسے ہی یہ بات کہ ادھر
سے جذبہ و کشش کب ہو اس کا مدار محض عنایت پر ہے ؎ واعظ

ایں جز بعنایت ازل نیست　　　ازدانش وکوشش وعمل نیست

لیکن فتوحات غیبی کے انتظار اور نزول رحمت وعنایت کی امید میں اپنی کوشش کو کبھی ترک نہ کرے ؎

زانکہ ترک کار خود نازے بود　(۱۰ دم) ناز کے در خورد جانبازے بود

ایں خودی را خرج کن اندر خدا　　　از خودی بگذر زمانے باخود آ

خویش را صافی کن از اوصاف خود　　　تا ببینی ذات پاک صاف خود

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے الہامات میں ہے کہ دانست کے بعد جس نے دید کا سوال کیا وہ محجوب ہے اور جس نے دید کو غیر دانست گمان کیا وہ مغرور و گمراہ ہے اور دانست کیا ہے؟ سب چیزوں سے نادان ہونا ؎ بو علی قلندر

ہست نادانی دریں رہ علم نیست　　　علم را بگذار نادانی یکے ست

فکر خود

اس باب میں فکر کرنا چاہئے کہ میں کون ہوں؟ اس کی چار قسمیں ہیں:۔

(۱) میں کوتاہ و دراز ہوں۔ میں سیاہ و سفید ہوں۔ لاغر و فربہ ہوں۔ یعنی جسم کو اپنا آپا جاننا اور اُسکی صفات کو اپنی صفات ماننا۔ جیسے برف اپنی صورت موہوم کو اصلی گمان کرے۔ یہ فکر ناقصین کی ہے جو بہت بُری ہے۔

(۲) میں لطیف ہوں اور جسم سے جدا ہوں۔ جیسے برف اپنے آپ کو پانی سمجھے یہ فکر کاملین کی ہے اور بہت اچھی ہے۔

(۳) میں ذات مطلق ہوں کُل میں موجود ہوں جیسے برف آپ کو دریائے بیکراں سمجھے یہ فکر اکملین کی ہے اور نہایت خوب ہے۔

(۴) میں نہ وہ ہوں نہ یہ ہوں۔ تصور سے آزاد اور فکر سے پاک ہوں یہ قسم سبحان اللہ وبحمدہٖ ؎

پاک گردد دل اگر از جملہ فکر　(غوثیہ)　حق شود مشہود غیر از فکر و ذکر

عارفاں ہستند اینجا بے نشاں　　　بے بصر بے سمع بے حس بے زباں

قلب سے خطاب

(۱)

گر تو خود را پیش و پس کردی گماں (رومیؒ) بستہ جسمی و محرومی زجاں

زیر و بالا پیش و پس وصف تن است ... بے جہت ہا زاں جہان روشن است

برکشا از نور پاک شہ نظر ... تا نہ پنداری تو چوں کوتہ نظر

کہ ہمینی در غم و شادی و بس ... اے عدم کو مر عدم را پیش و پس

از دم غم ہم بمیرد ایں چراغ ... وز دم شادی بمیرد اینت لاغ

در میان ایں دو مرگ او زندہ است ... ایں مطوق شکل جائے خندہ است

اس دو گز کے خاکی پتلے کو یہ جاننا کہ یہی ہوں یا اُس کے حواس و خواص کو یہ سمجھنا کہ میں ہی ہوں سخت نادانی ہے۔ یہ تو آج ہے کل نہ ہوگا جیسے اس جسم کا سایہ روشنی میں ہے اندھیرے میں نہ رہا۔ پس تو اسکو چھوڑ اور اپنی اصل و حقیقت کو تلاش کر جو اس سے برتر و پاک تر ہے (رومؒ)

کار خود کن کار بیگانہ مکن ... بر زمین دیگراں خانہ مکن

کیست بیگانہ تن خاکی تو ... کو برائے اوست غمناکی تو

غور کرو کہ یہ جسم کہاں سے آیا کہاں جائیگا؟ اور اس پر یہاں کیا گزری؟ وہ عدم سے آیا اور وہیں اُسکی بازگشت ہے۔ جو حالت و حیثیت اُسکی اب ہے نہ پہلے تھی نہ آئندہ رہیگی بظاہر میں اُس کے آنیکا سبب والدین ہوئے جن کے اوپر کی نسلوں کا سُراغ نہیں ملتا غرض جسم کا خاکہ تو اس پیچ در پیچ سلسلہ سے کھنچا جس کی بنا ایک قطرہ آب سے شروع ہوئی اور غذا خون ناپاک سے ملی۔

پیدایش

ہمہ تن غلیظ و ناپاک گریہ وزاری کرتا شکم مادر سے اس جہان میں آیا اور زمانہ کا تختہ مشق بنا اور طرح طرح کی احتیاجوں میں پھنسا۔ سردی کی ٹھر نے ستایا۔ گرمی کی تپش نے جلایا۔ برسات کی اُمس نے پگھلایا۔ ہوا بند ہوئی تو دم ناک میں آیا۔ غذا نہ ملی تو جی گھبرایا۔ ساری عمر ان تکلیفوں سے

بچنے اور ضرورتوں کے رفع کرنے میں سر کھپاتا اور محنت اُٹھاتا رہا ؎

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے　　　ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

طفلی

بے تمیزی اور محتاجی کے عالم میں بسر ہوئی ماں باپ نے جو کھلایا سو کھایا - جو پہنایا سو پہنا نیند آئی تو سو رہے - جاگے تو کھیل کود میں مصروف ہو گئے - اتنا ہوش کہاں تھا کہ بُرا بھلا سمجھتے -

جوانی

وہ تو دیوانی مشہور ہی ہے - بالکل جذبات کی پریشانی میں گزری اُس کے نشہ نے اجازت نہ دی کہ زمانہ کے نشیب و فراز سے تجربہ حاصل کرے ؎ حضرت شیفتہ

یہ ہے نصیحت پیرانِ کار اُفتادہ　　　کہ بد بلا ہے جوانی بچو جوانی سے

پیری

یا جوانی کی بلا نہ رہے　　　(میر) ہم جو پیدا ہوئے تو پیر ہوئے

بے اعتدالیوں کے باعث وقت سے پہلے پیری نے آ دبایا - قوت گھٹی ضعف بڑھا امید زندگی منقطع ہوئی - وہ بے وفا حواس جن کے مزے کیلئے جوانی کھو دی کج ادائی کرنے لگے - بینائی نے آنکھ چرائی - سفید و سیاہ کی تمیز نہ رہی - قوت شامہ بھی نکھوٹے کرنے لگی - اب خوشبو بدبو کیسی دونوں یکساں ہیں - قوت سامعہ بھی آنا کانی کرنے لگی - اچھی بُری بات برابر ہوئی ذائقہ نے منہ بنایا یا نہ بیٹھا بھاتا ہے نہ سلونا - لامسہ بھی بے حس ہو گئی نرمی گرمی محسوس نہیں ہوتی - ہاضمہ میں کمی ہو گئی صحت میں فرق آگیا - قویٰ مضمحل اور ہوش مختل ہوئے عقل میں فتور پڑا - نسیان کا غلبہ ہوا - اعضا نے بھی جواب دیا کوئی کہنے میں نہ رہا - ہاتھ رعشہ سے کانپتے ہیں تو پاؤں چلنے میں لڑکھڑاتے ہیں چہرہ پر جھریاں پڑ گئیں - تیر سا قد کمان بن گیا - اُمنگیں دل میں بہت آئیں مگر ضعف کے سبب کوئی بر نہ آئی

ع　عمر ضایع سعی باطل راہ دور

اس سے مزاج اور بھی چڑچڑا ہو گیا غصہ بڑھا زبان کھلی و گھر والوں کو اجیرن ہوا اس زندگی

یعنی زندگانی وبال جان ہوگئی ؎ اعلم

غلط کار تھی ہماری نظر — کہ ہم اپنی کوشش کا سمجھے اثر
ہمارے تشخص نے کھویا ہمیں — ہماری خودی نے ڈبویا ہمیں
تردد میں غوطے لگایا کئے — اسی فکر میں سر کھپایا کئے
ہوا ہم کو دیوانگی کا خلل — یہ تھوڑی سی فرصت یہ طولِ اَمل
یہ دنیا کے دھندے معیشت کا غم — یہ دولت کے پھندے یہ جاہ و حشم
یہ خواہش کے جذبے یہ راحت کی چاہ — ہمارے لئے بن گئے سنگ راہ
ہمیں وہم نے سخت دھوکا دیا — نہ کرنا تھا جو کام ہم نے کیا
یہ دنیا کے دھوکے کی ٹٹی ہے سب — ہمیشہ رہی ہم کو اس کی طلب
دیئے بے بہا لعل ہم نے فضول — عوض میں لیا کیا ہی خاک دھول
کٹی عمر غفلت میں اپنی تمام — گیا دن گزر ہونے آئی ہے شام

بیماری

ایسی حالت میں بیماری کا سامنا ہوا تو بلا کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں رہی سہی طاقت نے ایکدن کے بخار میں جواب دیا۔ صورت تو پہلے ہی بے رونق تھی۔ ایک رات کے تپ میں اتنا سا منہ نکل آیا۔ دردسر نے ایسا سر اٹھایا کہ سر اٹھانا مشکل ہوا۔ ناتوانی ایسی بڑھی کہ کروٹ لینی دشوار ہوگئی ہر چیز کی احتیاج اور خود درماندہ حاصل ہو تو کیونکر ہو۔ اس محتاجی اور بےبسی نے جو رنج دیا اُس کا صدمہ بیماری سے بھی زیادہ ہوا۔ بیگانوں بیگانوں نے منہ موڑا یار و آشنا نے ساتھ چھوڑا۔ عزیز و اقارب خدمت سے اُکتا گئے۔ اوپر والے خبرگیری سے گھبرا گئے۔ دعائیں مانگتے ہیں کہ کہیں جلدی جھگڑا چکے زندگی کی سرگذشت تو دردانگیز تھی ہی یہ آخری وقت اور بھی عبرت خیز ہوا ؎ ذوق

ہنگامہ گرم ہستی ناپائدار کا
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

مردہ جسم

(۱) وہ جسم جسکی حفاظت و آسائش میں تمام عمر بسر کی دم نکلتے ہی ایسا بھاری پڑا کہ لحظہ بھر رکھنے کا کوئی روادار نہ ہوا۔ یا تو زمین میں دبا کر خاک میں ملایا۔ یا دہکتی آگ میں جلا کر ہوا میں اُڑایا۔

(۲) وہ جسم جو اکیلے گھر میں اندھیرے سے ڈرتا۔ آندھی سے گھبراتا۔ بارش سے بچتا۔ گرج سے سہم جاتا تھا اب تن تنہا گور تنگ و تار میں پڑا ہے۔ سنسان رات ہے چٹیل میدان ہے گھٹا کی تاریکی بجلی کی چمک۔ برسات کی جھڑیاں۔ جاڑے کی مہاوٹیں۔ آندھی کے جھونکے ہوا کے سناٹے سہ رہا ہے اور اُف نہیں کر سکتا۔

(۳) وہ جسم جس کو علم کا غرور، ہنر کا تکبر، حکمت کا گھمنڈ تھا اب علم نے مدد کی نہ حکمت بیاں چلی نہ ہنر نے کام دیا۔ سب خاک میں مل گئے۔ زار و نزار۔ ذلیل و خوار۔ بے یار و مددگار بے ہوش و بے خبر خاموش پڑا ہے۔

(۴) وہ جسم جس کو تاج و تخت کا، بہت سے ملکوں کا، بیشمار چیزوں کا دعوٰی تھا اب دو ڈھائی گز زمین اور چار یا پانچ گز کپڑے کے سوا کچھ بھی اپنے ساتھ نہ لے جا سکا۔

(۵) وہ جسم جو نشہ حکومت میں سرمست اور بادۂ دولت سے سرشار تھا جسکو کسی کے آگے سر جھکانا یا زمین پہ قدم رکھنا ناگوار تھا اب نقش پا کی طرح ایک جہان کی روندن میں آرہا ہے اور کسی کا کچھ نہیں کر سکتا۔

(۶) وہ جسم جس کو ذرا سے بار کی تاب یا گرد و غبار کی سہار نہ تھی اب اُسکی چھاتی پر منوں مٹی کا ڈھیر پڑا ہے۔

(۷) وہ جسم جو گل سے زیادہ نازک اور نسیم و صبا کے چھونے سے میلا ہوتا تھا جس کو پھولوں کی سیج پر کل نہ پڑتی تھی اب اُسکو نہ تکیہ میسر ہے نہ بستر فرش خاک ہے اور کنکر پتھر۔

(۸) وہ جسم جو قصر شاہانہ اور ایوان زرنگار کو اپنے آرام کیلئے کافی نہ سمجھتا تھا اب اس کو خاک ہو کر دوسروں کا خشت مزار بننا پڑا۔

(۹) وہ جسم جس کے ہوش و حواس ایسے سانحے سُنکر بجا نہ رہتے تھے اب اُس پر یہ سب واقعات گذر رہے ہیں اور وہ دم نہیں مار سکتا۔

آخری گت

انجام کار اگر دفن کیا گیا تو سڑ کر کیڑوں کی غذا بنا اگر جلایا گیا تو خاک سیاہ ہو کر برباد ہوا۔ اور جوان دونوں صورتوں سے کوئی نصیب نہ ہوئی تو جانوروں نے نکا بوٹی کیا۔ ۵ ۷ دم

گرمیان مُشک تن را جا شود روز مردن گند او پیدا شود

قید دائمی

ان ساری مصیبتوں کے علاوہ ابتدا سے انتہا تک ہمیشہ قید میں کٹی کبھی آزادی نصیب نہ ہوئی۔ ولادت کا آغاز زندان رحم میں ہوا۔ وہاں سے چھٹا تو آغوش دایہ میں گرفتار ہوا یہاں سے رہائی ملی تو اُستاد کی حوالات میں بند ہوا۔ یہاں سے جان بچی تو آداب و مراسم کی قید۔ احکام مذہب کی قید ان قیدوں میں ایسا پھنسا کہ مرتے دم تک چھٹکارا نصیب نہ ہوا۔ آخر کار قبر میں دائم الحبس کیا گیا۔

تاثیر صحبت

جسم کی خود تو یہ دُرگت ہوئی۔ اب اُس کی صحبت کا اثر سنئے۔ لباس نے مصاحبت اختیار کی تو بو آنے لگی میلا کچیلا ہو گیا۔ غذا نے رفاقت کی تو پلید و نجس ہو کر جدا ہوئی۔ ہوا منہ میں گئی تو خراب ہو کر نکلی۔ پانی پیٹ میں گیا تو ناپاک ہو کر واپس آیا۔ غرض جس کا حال وہ ہو اور صحبت کا اثر یہ ہو۔ اس پہ جان دینا اور اُسکو اپنا آپا ماننا دیدہ و دانستہ دوسرے کی بلا اپنے سر لینا اور مفت عذاب میں پھنسنا ہے ۵

چوں نہ رہ داں ایں تنِ پر جیف را (۷ دم) نے شناسا را شاید و نے صیف را

اے تنِ ناکارہ ترک من بگو عمر من بردی کسے دیگر بجو

خطبہ (۲)

یہ علم کہ میں جسم ہوں محض دھوکا ہے۔ کیونکہ جسم کثیف گوشت و پوست سے بنا ہے جو بے شعور مقید و محتاج و حادث ہے۔ اور تو نور لطیف صاحب شعور آزاد و مستغنی و قدیم ہے ۵ واعظ

اصلِ تو نباشد از عناصر اے از تو زبانِ خلق قاصر

غلط فہمی

تجھ میں اور جسم خاکی میں مناسبت کیا ہے؟ دیکھنا باصرہ کا۔ سننا سامعہ کا۔ سونگھنا شامہ کا

کام ہے۔ یہ حواس تو حسب فطرت اپنا اپنا کام کر رہے ہیں ایک دوسرے کے کام میں مطلق دخل نہیں دیتا۔ پھر ان میں سے تیرا کون سا کام ہے؟ تو غلط فہمی سے اُن کے کام کو اپنے کام جانتا ہے۔ اس لئے رنج وراحت میں مبتلا ہوتا ہے حالانکہ تیرا تعلق صرف اتنا ہے کہ ان کی مدد کرے ؎ واعظ

در خور نظر از حواس کردی ۔۔۔ حیوانی اگر قیاس کردی

عالم ز حضور تست حیراں ۔۔۔ اما چو تو غافلی چہ درماں

جسم کو جوانی نے بڑھایا پیری نے گھٹایا فالج نے مارا لقوے نے ستایا۔ بصارت و سماعت نے جواب دیا۔ اب غور کرو کہ ان تغیرات سے اصل زندگی میں کیا فرق آیا؟ تو ہر وقت اور ہر حالت میں جیسا تھا ویسا ہی ہا ؎

تو ازاں بگزشتۂ کز مرگ تن ۔۔۔ ترسی از تفریق اجزائے بدن

پھر جسم کی معدومی یا اُسکی خواہشوں کے بر نہ آنے سے تیرا کیا بگڑا جو رنجیدہ ہوتا ہے۔ ہاں تو اپنے وہم میں آپ مبتلا ہے جیسے عنکبوت اپنے جالے میں ؎ شاہ حمزہ

دست داری در بن کاہ خودی ۔۔۔ کے رہائی یابی از چاہ خودی

تعجب ہے جہاں سے آیا اور جہاں جائیگا اُسے عدم جانتا اور جہاں حباب وار ایک دم کا مہمان ہے اُسے موجود مانتا ہے ؎ دم

نیست را بنمود ہست آں محتشم ۔۔۔ ہست را بنمود بر شکل عدم

آفریں اے اوستاد سحر باف ۔۔۔ کہ نمودی معرضاں ادر وصاف

تعلیم فنا

فانی شو اگر بقات باید ۔۔۔ بگذر ز خود ار خدات باید (واعظ)

تا از تو بود ترا اگرانی ۔۔۔ در اسفل سافلیں بمانی

جس جسم کی بدولت تو اس چکر میں آ رہا ہے وہ خود زبان حال سے کہتا ہے کہ دیکھ میرا نیچے کا حصہ شکل (لا) بنا ہے اور اوپر کا حصہ اُس (لا) پر قائم ہے پس میری مجموعی ہیئت فنا پر دلالت کرتی ہے اور خود میری حالت گواہ ہے کہ جو طفلی میں تھا جوانی میں نہ رہا اور جو جوانی میں ہوں پیری میں نہ رہونگا ؎

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے (ذوق) زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

اور جسم سے بڑھکر اُس کے حواس تجھے آگاہ کر رہے ہیں کہ نیستی کا طالب ہو کیونکہ طلب اُسی چیز کی ہوتی ہے جو نہیں ہوتی چنانچہ حواس اُنہیں چیزوں کو ڈھونڈھتے ہیں جن کو نہیں پاتے ۔ ع رومی

مرد کارندہ کہ انبارش تہی است | شاد و خوش نے بر امیدِ نیستی است
که برزید آں ز سوئے نیستی | فہم کن گر واقفِ معنیستی

اگرچہ تجھ کو فنا کی تعلیم صاف صاف ہو رہی ہے ع

پر تو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم

مگر تو اپنے آپ میں ایسا گرفتار ہے کہ کسی بات پر کان نہیں دھرتا اور اپنی جسمی حالت میں ایسا پھنسا ہے کہ پہلی حالت کے تصور سے ڈرتا اور اُسکی طلب سے جھجکتا ہے ۔ رومی

ہمچو آں ہندو بچہ اے خواجہ تاش | روز محمود عدم ترساں مباش
از وجودے ترس کاکنوں در دوئی | آں خیالات لاشے و تو لاشئی

اور کچھ نہیں سمجھتا کہ فنا میں کیا خوبی ہے ۔ مولوی معنوی

از جمادی مُردم و نامی شدم | وز نما مُردم بہ حیواں سر زدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم | پس چہ ترسم کے زمردن کم شدم
حملۂ دیگر بمیرم از بشر | تا برآرم از ملایک بال و پر
از ملک ہم بایدم جستن زجو | کُل شیءٍ ہالک الا وجہہٗ
بار دیگر از ملک قرباں شوم | آنچہ در وہم نیاید آں شوم
پس عدم گردم عدم چوں ارغنوں | گویدم کانا الیہ راجعوں

طفل نوزاد تنگنائے رحم مادر سے اس جہان آتے ہوئے روتا ہے کیونکہ اُسکو اس جہان کی وسعت و فراخی کا علم نہیں ہوتا ۔ ایسے ہی تو نادانی سے مبتلائے وہم ہو کر اُس عالم کی فضا کو فراموش کر بیٹھا اور وہاں جاتے ہوئے ڈرتا ہے ۔ رومی

ترس و لرزہ باشد از غیر یقین ہیچکس از خود نہ ترسد اے حزیں
آں توئی کہ بے بدن دارد بدن پس مترس از جسم جاں بیروں شدن
روح دارد بے بدن بس کاروبار مرغ باشد در قفس بس بے قرار
باش تا مرغ از قفس آید بروں تا بہ بینی ہفت چرخ او را زبوں

مبتلائے وہم

حواس باطنی میں سے ایک حس وہم بھی ہے اُس کا کام یہ ہے کہ اُن اشیا سے جو پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں معنی جدید پیدا کرے چنانچہ اس عالم کثرت کو جس کے لباس میں ذات واحد ظاہر ہے غیر سمجھتا اور ذات کو اُس سے جدا تلاش کرتا ہے مگر جب وہم دور ہوتا ہے تو کہتا ہے ؎

من نیم ہیچ ذات اوست ہمہ ہر دو عالم صفات اوست ہمہ

آہ! وہم و پندار نے ذات سے بیگانہ بنا رکھا ہے ؎ میو

وہ کسی سے نہیں ہے بیگانہ پر کوئی آشنا نہیں اُس سے

قلندر صاحب

تو حجاب و پردۂ خود خود بدی چوں بجائے خود رسیدی خود شدی
ہیچ گم ناکردہ می جوئی مدام غافلی از خود چہ گویم والسلام

اگر حقیقت حال عقل میں نہ آئی اور جسم کو مستقل جانا اور خواہشوں کے پورا کرنے میں لگا رہا تو آخر ایک نہ ایک دن وہ فنا ہو جائے گا اور تو اُس کی معدومی اور خواہشوں کی محرومی سے ضرور مبتلائے عذاب ہو گا ؎ اعلم

تو ہم نے رستہ بھلایا ہمیں کہ فانی کو باقی دکھایا ہمیں
ہے اُستاد کامل کی کاریگری کہ خالی تھی مٹھی دکھا دی بھری
پڑے بے خبر ہائے سوتے رہے عبث نقد اوقات کھوتے رہے
کھلا بھید ہم کو نہ اس بات کا کہ ہے یہ تماشا طلسمات کا

نہ سمجھے کہ ہے شعبدہ یہ جہاں　　نیا سانگ ہوتا ہے ہر دم عیاں
عدم نے مچائی عجب دھوم دھام　　سفر کو سمجھنے لگے ہم قیام
یہ تھا مرحلہ جس کو سمجھے تھے گھر　　مہیا کیا کچھ نہ زادِ سفر
جسے اصل سمجھے تھے بے اصل تھا　　جسے وصل سمجھے تھے وہ فصل تھا
جسے گل سمجھتے تھے نکلا وہ خار　　خزاں بن کے آئی تھی شکلِ بہار

تدبیر رفع وہم

اندیشۂ غیر مختصر کن　　بنشیں و درونِ خود سفر کن
(واعظ)
خود را ز وجود خود جدا کن　　یک لحظہ شمار خود رہا کن
گر باز رہی ازیں کمیت　　تحقیق شود ترا معیت

اس بلائے جاں ستاں سے بچنے کیلئے اول اس طرف دل لگائے کہ جو ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے کسی وقت اور کسی حالت میں اسکو ہم سے دوری نہیں ہم کو اس سے مہجوری ھُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ رومؔ

آنچہ حق است اقرب از حبل الورید　　تو فگندی تیرِ فکرت را بعید
تیر در ترکش نہ و بنشیں خموش　　اے بسنت قرباں صلا ہم کن بگوش

معنی لا الٰہ الا اللّٰہ

لا الٰہ ماسوائے کی نفی۔ الا اللّٰہ ذات کا اثبات یعنی غیر اللّٰہ سے دل کو خالی اور یاد حق سے معمور کرنا اور عالم کو مثل لا کے دیکھنا اور سمجھنا کہ صورت میں موجود اور معنی میں نہیں جیسے لا کی شکل کا ظہور بے الف کے محال ہے اسی طرح عالم کی نمود بے ہستی ذات کے ناممکن ہے کیونکہ جو کچھ نظر آرہا ہے یا عقل و خیال میں سما رہا ہے واقع میں ذات یکتا کے صفات و افعال سے ہے ورنہ وہ بذات خود ہیچ و لاشئے ہے۔

یا یوں سمجھنا چاہیے کہ الا اللّٰہ سے مراد ہے موجود حقیقی یعنی ذات یکتا جو عالم الوہیت ہے اور لا الٰہ سے مراد ہیں اسکی ایجاد کی ہوئی اشیا جو عالم عبودیت ہے اور یہ نیست ہست نما ہے اور در اصل فانی و معدوم ہے کیونکہ ذات یکتا ہی نے ہر تعین میں تعین اور ہر قید میں مقید ہو کر مختلف نام پائے ہیں مگر اس اختلاف

وکثرت سے ذات کی یکتائی میں کچھ فرق نہیں آیا جیسے آئینہ خانہ میں جہاں مختلف رنگ و پیمانے کے آئینے ہوں وہ ذات ناظر کو اپنے اپنے رنگ و پیمانہ پر دکھاتے ہیں مگر اس سے ناظر کی ذات میں کچھ تغیر نہیں آتا اور وہ رنگوں اور پیمانوں سے پاک و صاف ہے پس جب ذات یکتا قیود و تعینات سے پاک و مجرد ہوتی ہے تو اسکو حق کہتے ہیں۔ اور جب قیود و تعینات کے لباس میں معلوم ہوتی ہے تو اسکو عالم یا خلق بولتے ہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ عالم کیا ہے؟ ظاہر حق۔ اور حق کیا ہے؟ باطن عالم۔ اور عالم قبل ظہور کیا تھا؟ عین حق۔ اور حق بعد ظہور کیا ہے؟ عین عالم۔ غرض وہی ایک ذات ہے جس کے یہ نام ہوئے اُس کے سوا کچھ نہیں وہی ظاہر ہی باطن وہی اول وہی آخر۔ باقی سب نسبتیں اور اعتبارات ہیں لیکن جو کوئی فرق مراتب نکرے اور عالم کو حق یا حق کو عالم کہے وہ زندیق و ملحد ہے پس معنی لا اله الا الله کے یہ ہوئے کہ سوائے ذات حق کے کچھ نہیں اور ماسوا یعنی ایجاد کی ہوئی اشیا سب فانی و ہالک ہیں ع رقم

گر ترا چشم است بکشا در نگر ... بعد لا آخر چہ می ماند دگر

تا نخوانی لا و الا اللہ را ... در نیابی منہج این راہ را

قرب

جس نے فعال لما یرید پر خیال جمایا اور باوجود کثرت کے اشیا کو ذات واحد سے جانا اور سمجھا اُس نے منزل قرب میں قدم رکھا اور جس نے کل شئی ھالک کا یقین کیا اور چشم بصیرت و دیدہ حال سے ذات واحد کے سوا اور کچھ نہ دیکھا اُس نے زمرۂ صدیقان میں دم مارا ع رقم

ہالک آمد پیش وجہش ہست و نیست ... ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست

پیش بے حد ہر چہ موجود ست لاست ... کل شئی غیر وجہ اللہ فناست

وحدت

جب تعینات من و ما کا پردہ جو حجاب ذات ہو رہا تھا تجلی وحدت کے محو ہو گیا اور دوئی کا حجاب اُٹھ گیا تو اس حال کو فنائے نفس کہتے ہیں یعنی سالک اپنے نفس سے فنا ہو کر سوا ذات واحد کے جو مرجع و مصدر ہے کل اشیا کی کسی کو نہیں دیکھتا اور اپنے حرکات و سکنات و کردار کو افعال ذات

دیکھتا اور محلِ فعلِ فاعلِ حقیقی سمجھتا ہے ؎ شاہ حمزہ

چوں بیاندازی نظر را سوے شے — در نظر آید خدا نے روے شے

اس سے یہ غرض نہیں کہ جو کچھ نظر آرہا ہے وہ دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ یہی صورتیں بدستور نظر آتی ہیں لیکن ان کے معنی پہلے کچھ اور تھے پھر کچھ اور ہو جاتے ہیں۔ اَن پڑھ کے نزدیک یہ تحریر سیاہ لکیریں ہیں۔ مگر پڑھا لکھا آدمی ان لکیروں کے اندر کچھ اور ہی بہار دیکھتا ہے جیسے نابینا موتی کو سنگریزہ محسوس کرتا اور بینا اُس میں آب وتاب مشاہدہ کرتا ہے۔ یا جیسے بے بصر قفس مرغ کو مرغ سمجھتا ہے اور صاحب بصارت مرغ کو قفس سے علیحدہ دیکھتا ہے۔ رُباعی

از ساحتِ دل غبار کثرت رُفتن — خوشتر کہ بہرزہ دُرِّ وحدت سُفتن

مغرور مشو کہ اصل توحیدِ خدا — واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

حالت سالک

جب سالک دائرہ لا الٰہ سے گزر کر دائرہ الا اللہ پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا وہ کہتا نہیں اور جو کہتا ہے وہ پہچانتا نہیں۔

حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ لوگ گناہ سے توبہ کرتے ہیں اور میں لا الٰہ الا اللہ کہنے سے۔ گروہ عامی کی نجات کیلئے صرف یومنون بالغیب اور پابندی اوامر و نواہی کافی ہے مگر خواص اس سے گزر جاتے ہیں کفر و اسلام ان کو تلاش کرتا ہے اور پتا نہیں پاتا۔ جب تک سالک علم شبہ و شک سے نہیں نکلتا نفس ہمرنگ قلب اور قلب ہمرنگ روح نہیں ہوتا۔ یہاں پہنچکر علم الیقین حاصل ہوتا ہے۔ اُس کے بعد عین الیقین کی دُھن لگتی ہے اور خیالات علمی صورت پکڑنے لگتے ہیں بعدہٗ حق الیقین کی منزل ہے ؎ رادم

چوں رسی در منزلِ حق الیقیں — سرِ اَوْ اَدْنیٰ دریں منزل ببیں

لی مع اللہ را وصال اینجا بود — جملہ کامل را کمال اینجا بود

حضرت غوث الاعظمؒ کا ارشاد ہے کہ ناسوت شیطانِ سالک ہے اور ملکوت شیطان عارف اور

جبروت شیطانِ واقف۔ اور جب تک سالک ظلال اسما یعنی صُوَر محسوسات اور اعیان ممکنات کو فانی نہ جانے اور جسم کو لذت سے نفس کو شہوت سے۔ قلب کو خطرات سے اور روح کو زینت سے پاک صاف نہ کرے بارگاہ عظمت وجلال میں اُس کو بار نہیں ملتا ؎

ہیچکس را تا نہ گردد او فنا　　نیست رہ در بارگاہِ کبریا

بلکہ تعینات اسمائی وصفاتی سے بھی گزر جائے چنانچہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا ہے وکمال الاخلاص نفی الصفات عنہ۔

پہلی مشق لا الٰہ الا اللہ

لا الٰہ۔ کل اشیائے جہاں ذات حق میں گم یعنے ذات حق کے سوا کچھ نہیں ع

ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

الا اللہ۔ کل اشیائے جہاں میں ذات جلوہ گر ہے یعنی ذات کے سوا کچھ نہیں ع

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست

غرض اشیا کے ظاہر وباطن میں وہی جلوہ نما ہے اشیا کوئی چیز نہیں ع

بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست

ہو الاول۔ ہو الآخر۔ ہو الظاہر۔ ہو الباطن۔ غرض جو کچھ کائنات میں نظر آئے یا عقل و تصور میں سمائے ایک ایک کی نفی کرے بعدہٗ جو باقی رہے اُس کو ذات حق یا اپنا آپا سمجھے مگر سمجھنا اور ہے دیکھنا اور پھر ہونا اور بات ہے ؎ شاہ حمزہ

از عرف ربی بر بی رو بخویش　　مذہبِ خود را گزیں در دین وکیش

پیش خود سجدہ نما ایماں بیار　　رو خدا اے را خدا انبود بکار

نتیجہ یہاں سے ظاہر ہے کہ راہ حق طالب میں ہے نہ کہ اُس سے باہر اُس کا مقصد اُسی میں ہے نہ کہ اُستاد وکتاب میں ؎ مولوی معنوی

نیست بیروں اندرِ تو ہر چہ ہست　　چند جوئی راہِ حق بالا و پست

جاہد وفینا بگفت آں شہریار ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ جاہد وغنا نگفت اے بیقرار

جملہ بے نشاں داری تو بردر ‏ ‏ ‏ (عطارؒ) حقیقت اوست در جان تو رہبر

توخود بشناس وحق شود حقیقت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بروں آ از ہوا واز طبیعت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے یوں ارشاد فرمایا اے میرے فرزند تیرا فکر تجھ میں کافی ہے تیرا درد اور تیری دوا تجھی میں ہے۔ کوئی چیز تجھ سے باہر نہیں تو ام الکتاب ہے گو ظاہر میں تیرا جسم چھوٹا سا ہے مگر اس کے اندر بڑا جہان ہے ؎ رقم

درد تو از تست و درماں ہم توئی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ خود عیاں گشتی و پنہاں ہم توئی

خود ز خود آیات خود را باز یاب ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ درحقیقت خود توئی ام الکتاب

گر تو آدم زادۂ چوں او نشیں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ جملہ ذرات را در خود ببیں

چیست اندر خم کہ اندر بحر نیست ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست

جوہر است انسان وچرخ او را عرض ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ جملہ فرع و سایہ اند و تو غرض

کانچہ می جستی ز چرخ باہنیب ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ سر بر آوردہ است اے موسیٰ ز جیب

دوسری مشق اَللہُ

وہ گنج ذات کیا کچھ ہوگا یارب میں تو حیران ہوں ‏ ‏ ‏ حفاظت کے لئے جس پر طلسم دو جہاں باندھا

گر خدا گوئی خدا جوئی مکن ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ورنہ می جوئی مخواں لفظ کہن

اللہ جو حقیقت قلبیہ میں ظاہر ہوتا ہے اس کو لفظ اللہ کا مدلول (معنی) سمجھے۔ تیرا جسم صورت ہے مظہر روح کی اور روح صورت ہے مظہر حق کی۔ پس صورت جسمانی و روحانی دونوں صرف خیال ہیں۔ اور وہ حقیقت جو ان صورتوں میں جلوہ نما ہے اسکی طرف متوجہ ہونے سے معلوم ہوگا کہ خود تو ہی ہے ؎ حضرت عطارؒ

خدا بیں خویشتن را خود مبیں تو ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ تا گردی بکل عین الیقیں تو

تو گر معشوق می جوئی تو اوئی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ حقیقت آب در عین سبوئی

کب کی نظر لگی تھی دروازۂ حرم سے (میر) پردہ اُٹھا تو لڑیاں آنکھیں ہماری ہم سے

تیسری مشق ہُو

مراقبہ معیت و میت و قرب و وحدت و کلیت و فنا و بقا و غیرہ بہت ہیں مگر سب کا لُب لباب یہ ہے کہ خیالات کو سب طرف سے جمع کر کے بے پلک جھپکائے خلاص تصوّر ھو کرے یعنی ظاہر و باطن پست و بلند ہر جگہ اور ہر وقت وہ ذات جلوہ گر ہے۔

الحاصل اس تصور کی مشق یہاں تک کرے کہ اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے شادی و غم ہر وقت و ہر حالت میں بلا ارادہ و بلا خیال یہی تصوّر رہے اس مشق سے نہ خودی باقی رہے گی نہ کسی کام کو اپنی طرف منسوب کرے گا بلکہ سب ذات حق سمجھے گا ؎

تا نگردی ذرۂ دریائے ہو　　　　دُرِ وحدت را نیابی ہیچ رو

آثار رفع وہم

صد بار اگر نیست شود عالم ہست　　　　واقف نہ شود کہ ہست عالم یا نیست

اگر دونوں جہان ذرہ ہائے شعاع کی مانند تلاطم میں آئیں اور قلب اپنی جگہ سے نہ ہلے تو یقین کرنا چاہیے کہ اب تعلقات وہمی سے پاک ہوا۔ اور موتو قبل ان تموتوا کی حالت نصیب ہوئی ورنہ یہ دعویٰ کہ ہم جسمانی خواہشوں سے بری ہیں محض دھوکا ہے ؎

تا کے بہ زباں خدا پرستی　　　　ایں نیست مگر ہوا پرستی

خطاب (۳)

اے رند قلندر از کجائی　　　　(واعظ) سرگشتہ بہر درے چرائی

خواہی کہ سفر کنی قدم زن　　　　لبیک زناں رہِ حرم زن

گرچہ رہِ بیم ناک داری　　　　اللہ معک چہ باک داری

جب قلب سے میں تو او میرا تیرا کا خیال مٹ گیا تو سمجھنا چاہیے کہ اب راہ راست پر آگیا ؎ نظم

ہر کہ بے من شد ہمہ من او دوست　　　　یار جملہ شد چو خود را نیست دوست

اس کے بعد جس طرف میلان باقی رہا ہو رد کرے اور اس خیال پر جمے کہ میں کل ہوں مجھ سے جدا کیا ہے جو خواہش کروں۔ خواہش تو حواس کا خاصہ ہے جو میری مدد سے پیدا ہوئی ہے ؎

میں اگر وہ ہوں جو ہونا چاہیئے — بس ہی میں ہوں پھر مجھے کیا چاہیئے

اس مشق سے دل کو صفائی حاصل ہوگی اور خطرے دور ہو کر حق ہی حق باقی رہجائیگا ؎

بگذر از صوت صدا جملہ ہوست — در تعلق پا منہ جملہ خد ہست

حضرت غوث الاعظم کے الہامات میں ہے کہ انسان کو میں نے اپنی ذات سے ظاہر کیا ہے وہ بذات خود کوئی چیز نہیں۔ اُس کے ہر قول و فعل و حرکت میں پنہاں محرک میں ہوں میں ہر چیز کا ملجاو ملوا ہوں اور سب اشیا پر محیط۔ کل اشیا مجھ سے ہیں جو بذات خود فانی و ہیچ ہیں۔ کیونکہ جب تجلی رب کی مربوب پر ہوئی تو مربوب کہاں۔ جیسے آفتاب کے مقابل چراغ کی کیا تاب جو ٹھہر سکے۔ بیانے نواز کے سامنے نے کا کیا حوصلہ جو دم مار سکے ؎ رومؒ

دو دہاں داریم گویا ہم چو نے — یک دہاں پنہاں ست در لبہاے وے

لیک داند ہر کہ او را منظر ست — کہ فغان ایں سری ہم زاں سرست

خطرات کا آنا

صد سوال و صد جواب اندر دلت — مے رسد از لامکاں تا منزلت

دل میں خطروں کا آنا خاصیت ذاتی ہے اور ان کا روکنا جیسا کہ مشکل ہے ویسا ہی آسان بھی ہے۔ مشکل تو یوں ہے کہ آئے بغیر نہیں رہتے اور آسان یوں ہے کہ ماسوا کو اُٹھا کر ذات ہی کا تصور کرے

ع چو غیر نیست چرا رفع ایں غبار کنم

خیال کرے کہ جب ذات حق ہی سے قلب متحرک ہوتا ہے تو جو خطرے اُس میں آتے ہیں وہ بھی ذات حق سے ہیں ؎ شاہ حمزہ رحمۃ اللہ

ہر چہ آید در دلت بیجا بجا — خوش بگو واللہ امرنا ہکذا

جملہ عالم را کلام اللہ داں — خطرہ گر آید سلام اللہ داں

کیونکہ عالم نے ذات حق سے اسی طرح ظہور پکڑا ہے جیسے رنگوں نے آفتاب سے یعنی حق آفتاب ہے تو قلب نورِ شعاع اور عالم اس کا عکس جس میں بے شمار رنگ ظاہر ہیں۔ پس ان اوصاف گوناں گوں میں وہ آفتاب ذات جلوہ گر ہے۔ اس لئے جس نے اپنے آپ کو غیر سمجھا وہ ہستی وہمی میں گرفتار ہو گیا اور جس نے اپنی ذات کو عین حق جانا وہ خود کچھ نہ رہا وہم سے آزاد ہو گیا ؎ قلندر صاحب

چوں ہمہ موجود از ذاتِ خداست　　　نے خدا باشد نہ از وے ہم جداست

پھر نہ اس کو اشیائے فانی سے دل بستگی رہے گی نہ تعینات پر نظر پڑیگی۔ ذرا تامل سے دیکھو کہ یہ چیزیں جو نظر آرہی ہیں نہ پہلے تھیں نہ بعد میں رہیں گی۔ حال میں بھی نہیں۔ کل شیئ ھالک الا وجھہ ؎ رقم

اوّل و آخر توئی ما در میاں　　　ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں

پہلے بھی ذات حق تھی آخر میں بھی وہی رہے گی بیچ میں بھی اُسکے سوا کچھ نہیں ؎ غالب

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا　　　ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

تنزلات کا چکّر

بشنو از نے چوں حکایت می کند (رقم) وز جدائی ہا شکایت می کند

آفتاب کی بدولت سمندر سے بخارات اُڑتے اور ہوا پر کہیں کے کہیں ملے پھرتے ہیں۔ کسی جگہ ابر بنکر رعد و برق سے آسمان سر پر اُٹھاتے ہیں۔ کہیں برف و ژالہ بنکر گرتے اور وہیں کے ہو رہتے ہیں۔ کسی مقام پر موسلا دھار مینہ بنکر برستے اور زمین پر طوفان مچاتے ہیں وہیں پانی نالوں سے ندیوں پر چڑھائی کرتا اور ندیوں سے دریاؤں کا جوش و خروش بڑھاتا لہریں مارتا بل کھاتا سمندر کا رستہ لیتا ہے ہموار زمین پر پانی کی روانی نظر آتی ہے مگر آبشار پر پہنچکر نمونہ حشر برپا کر دیتی ہے۔ شور و غل کی ہیبت ناک صدا اور تلاطم امواج کا ہوش ربا ہنگامہ دل کو دہلاتا ہے۔ موجوں کی ترکتاز اور ایک کا دوسرے کو فنا کرنا حوادث روزگار کا تماشا دکھاتا ہے۔ اس ہنگامۂ رستخیز کے بعد کچھ آگے چلکر پھر وہی عالم سکوت طاری ہوتا ہے گو یا دنیا کا بین العدمین ہونا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ کہیں کچھ پانی قُلّہ کوہ پر برف بنکر جم رہا یا چلتے چلتے راہ بھولکر کسی گڑھے میں جا گرا

تو منزل مقصود سے باز رہکر پڑا سڑا کرتا ہے۔ ان عوائق کو پھر آفتاب ہی اپنی نظر عنایت سے دور کرتا ہے یا تو گرمی شعاع بخار بنا کر دوش ہوا پر اُڑاتی ہے۔ یا پگھلا کر دریا کی جانب رواں کر دیتی ہے اور آخر کار اپنی اصل سے جا ملتا ہے ؎

ہرچہ بینی سوئے اصلِ خود رود　　جزو سوئے کل خود راجع شود

سُن تیرا حال بھی بعینہ یہی ہو رہا ہے کہ ذات سے جدا ہو کر خواہشوں میں مبتلا کہیں کے کہیں مارا پھرتا ہے ذات سے علم میں علم سے ارادہ میں اور ارادہ سے ظہور میں آیا۔ ان تنزلات کے چکر میں پڑ کر اپنی اصل کو فراموش کر بیٹھا۔ اب وہم و نادانی سے جسم کی خندق میں گر پڑا اور خواہشوں کی سردی سے برف کی طرح جم گیا۔ پس راہِ راست سے بہت دور اور بلاؤں کے نرغہ میں مجبور ہے ؎ عطار

اگر تو ترک خود گیری خدائی　　چرا چندیں تو در عین بلائی

تنزلات کا علم

جس وقت اپنی شناخت کی طرف توجہ ہوئی آفتاب ہدایت چمک اُٹھا۔ اِدھر شعاعیں پھیلیں اُدھر ظلمت وہم کافور ہوئی۔ اِدھر گرمی پیدا ہوئی۔ اُدھر خواہشوں کی برف پانی پانی ہونے لگی عقل ٹھکانے لگی۔ اوسان درست ہوئے خیالات سیدھی راہ پر آئے۔ غفلت سے آنکھ کھلی ؎

حجابِ رُخ یار ہم آپ ہی تھے　　کھلی آنکھ تو کوئی پردہ نہ دیکھا

یہاں کے سب تعلقات و اضافات جو محض وہمی و خیالی ہیں آخر میں بالکل نہیں رہتے ملک و مال اور اہل و عیال تو درکنار خود جسم و جان بھی اپنے نہیں۔ پس جب کوئی اپنا نہیں تو آخر میں کون ہوں؟ اور میرا کیا ہے؟ یہ سب دعویٰ تو بازیگر قلب کی شعبدہ بازی سے پیدا ہوئے ہیں ورنہ میں یا میرا نہ پہلے تھا نہ اب ہے ؎

ایں تماشا ہا طلسمے بیش نیست　　درگذر از جملہ اسمے بیش نیست

اور مطلب مجھ سے ہے نہ میں اُس سے پھر اُس کے شعبدوں سے مجھے کیا سروکار ؎ نرم

من چو مرغِ اوجم اندیشہ مگس　　کے رسد بر من مگس را دسترس

عوالم

اس عالم میں جو کچھ نظر آ رہا ہے۔ اس میں بعض اجسام کثیف ہیں۔ بعض لطیف اور بعض الطف کثیف تو وہ ہیں جن کے اجزا باہم پیوستہ ہیں اور اپنی جگہ دوسرے کو نہیں آنے دیتے جیسے پتھر اینٹ وغیرہ۔ لطیف وہ ہیں کہ نظر تو نہیں آتے مگر حرکت سے محسوس ہوتے ہیں جیسے ہوا اگر وہ بھی جگہ گھیرتے ہیں اس لئے کثیف کے ہم پلہ ہیں۔ جب تک ایک ہوا سے جگہ خالی نہ ہو دوسری ہوا اُس جگہ میں سما نہیں سکتی۔ البتہ روشنی ایسی چیز ہے کہ ہزاروں چراغوں کی ایک ہی جگہ میں سما جاتی ہے۔ اس لئے ان سب سے الطف ہے مگر کثیف اشیاء کے اندر جانے سے وہ بھی قاصر ہے۔ یہ تو وہ عالم ہے جو جہات و تعینات کا پابند ہے۔ اس سے بالاتر عالم تصوّر و خیال ہے کہ اُس کو نہ کوئی حجاب مانع نہ کوئی چیز سدراہ مگر خیال میں بھی یہ کسر ہے کہ وہ ارادہ اور قدرت کا محتاج ہے البتہ جہاں ارادہ و قدرت کی بھی حاجت نہیں وہ مقام خلاف ہے کہ عرش سے فرش تک جہاں تلاش کرو موجود ہے مگر وہ بھی تعین سے خالی نہیں۔ ہاں اس کے بعد عقل سلیم کہتی ہے کہ عالم لامکاں و لاتعین ہے جس میں یہ سارے عالم سمائے ہوئے ہیں مگر عقل اس کی حقیقت کے ادراک سے درماندہ و حیران ہے۔ پھر سب اُن عوالم مکان و لامکاں کا ہنگامہ ہم میں موجود ہے اور ہم ہی دراصل اُسکے موجد و قیوم ہیں۔ قلندر رضا صاحب

هرچه باشد خود توئی غیرِ تو نیست　　　خود حجابِ خود شدی ورنہ یکیست

میں کون ہوں

جملہ عالم مجھ میں اور مجھ سے ہیں تو پھر میں کون ہوں؟ میں جسم یا خواص جسم نہیں کیونکہ میرے بغیر جسم کو میرے نام سے کوئی نہیں پکارتا۔ بلکہ میرا جنازہ کہتے ہیں میں نفس نہیں قلب نہیں روح نہیں۔ کیونکہ یہ سب میرے ہیں۔ میں اُن پر محیط ہوں۔ میں اُن سے پاک و برتر ہوں۔ آخر میں کون ہوں؟ نہ میں مقید ہوں نہ مطلق۔ نہ میری ابتدا ہے نہ انتہا۔ نہ میں نور ہوں نہ ظلمت نہ یقین ہوں نہ گمان۔ یہ سب مجھ سے ہیں اور میں ان میں موجود ہوں۔ اچھا تو میں کون ہوں؟ مثلاً سردی جاڑا گرمی برسات بہار یہ سب زمانہ میں ہیں اور زمانہ ان میں۔ ایسا ہی میں سب میں شامل اور سب پر محیط

ہوں۔ صحن سائبان۔ جنوبی حجرہ۔ شمالی دالان۔ یہ سب مکان میں ہیں اور ہر ایک مکان سے ہر مکان ان میں ہے۔ اسی طرح میں سب میں ہوں اور سب مجھ میں پھر بھی میں سب سے پاک ہوں۔ نہ یہ ہوں۔ نہ وہ ہوں۔ جو ہوں سو ہوں۔ مگر بے نام و بے نشاں ہوں ؎ راقم

نفی کردم تا بری زاثبات او | می رمد اثبات پیش از نفی تو
چوں بمیری مرگ گوید راز را | در نوا آرم بنفی ایں ساز را

پیدا وہ ہو جو پہلے نہ ہو۔ مرے وہ جو بعد میں نہ ہو۔ میں تو جسم کے اول و آخر و وسط میں جس کا توں موجود ہوں۔ جیسے بیداری و خواب و بیہوشی میں ایک خیال ان حالتوں کے وقوف کی نسبت موجود رہتا ہے پس ان حالتوں کا شاہد میں ہوں یہ حالتیں ؎ غالب

حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں | اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے

(راقم) وارہی از جسم گر جاں دیدۂ | تو نہ ایں جسم بل آں دیدۂ
تا شوی دریائے بیحد و کراں | آب جاں را ریز اندر بحر جاں
جستن اندر خاک نم بیہودہ است | تا ترا آنجا برد کو بودہ است

اور میں اس بکھیڑے میں کیوں پڑوں کہ شاہد وہ مشہود۔ یہ جزو وہ کُل۔ وہی کیوں نہ بنا رہوں جو ان خیالات سے پہلے تھا۔ کیونکہ جوہر لطیف انسانی جو خیال کرتا ہے وہی بنجاتا ہے ؎ مولوی معنوی

مابقی تو استخوان و ریشۂ | اے برادر تو ہمیں اندیشۂ
ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی | گر گُل ست اندیشۂ تو گلشنی

خطاب (۴)

(عطار) بندۂ حق بے نشاں چوں حق شود | کے مقید داصل مطلق شود
(معنوی) بر کشاید بے حجابے پر و بال | باش تا روزے کہ ایں فکر و خیال
کل شیئے ہالک الا وجہہ | نے نماند در جہاں یک تار مو
جز خدائے واحد حی ودود | نے سما بینی نہ اختر نے وجود

لیک با ایں جملہ بالاتر خرام — چونکہ ارض اللہ واسع بود درام

گرچہ ایں مستی چو بازِ اشہب ست — برتر از وے ہم زمینِ قدس ہست

اور زمین قدس کا بیان نہیں ہو سکتا بقول مولانا روم ؎

چیز دیگر ماند اما گفتنش — با تو روح القدس گوید نے منش

نے تو گوئی ہم بگوشِ خویشتن — بے من و بے غیر من اے ہم تو من

ہوش را بگزار وانگہ ہوشدار — گوش را بربند وانگہ گوشدار

غرض جملہ خیالات و تصورات سے گزر کر حالتِ گم گشتگی میں محو و مستغرق ہونا چاہیے پھر نہ شاہد ہے نہ مشہود نہ خودی ہے نہ خدا ؎ اعلم

یارب کوئی نقشِ مدعا بھی نہ رہے — اور دل میں خیال ماسوا بھی نہ رہے

رہ جائے تو صرف بے نشانی باقی — جو آئے سمجھ میں وہ خدا بھی نہ رہے

اور اس مقام کو التوحید ترک التوحید فی التوحید کہتے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب موحد مقام توحید میں پہنچتا ہے۔ تو وہاں نہ موحد رہتا ہے نہ توحید۔ نہ خودی نہ خدا نہ عابد نہ معبود۔ نہ ہستی نہ نیستی۔ نہ ذات نہ صفات۔ نہ جبرئیل نہ قرآن۔ نہ اسم نہ مسمٰی۔ نہ اول نہ آخر نہ ظاہر نہ باطن۔ نہ بہشت نہ دوزخ۔ نہ نور نہ ظلمت۔ نہ نفی نہ اثبات۔ نہ آسمان نہ زمین۔ نہ منزل نہ مقام نہ طالب نہ مطلوب نہ طلب۔ نہ عاشق نہ معشوق۔ نہ آدم نہ ابلیس۔ نہ کفر نہ اسلام۔ نہ حلال نہ حرام نہ عدم نہ وجود۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جب عارف اپنے نفس کی شناخت کر لیتا ہے تو اپنے رب کو پہچانتا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور اس شناخت سے بے اختیار شکر ناتمناہی واجب ہوتا ہے جس کی شدت و کثرت میں نہ عارف رہتا ہے نہ معروف۔ علیٰ ہذا کمال عشق بھی یہی ہے کہ عاشق رہے نہ معشوق صرف عشق ہی عشق رہ جائے اگرچہ بظاہر کمال عشق یہ سمجھ میں آتا ہے کہ معشوق سے وصل ہو جائے مگر اصل یہ ہے کہ اس کو بھی بھول جائے کیونکہ حیات عاشق عشق سے ہے نہ معشوق سے جیسے پروانہ جب شمع پر گرا تو اس کا وجود جو غیر تھا جل کر فنا ہو گیا

اور شعلہ آتش نے اُس کو بالکل اپنا سا بنا لیا پس اُس کی غذا و تقاضا محض آتش ہے نہ شمع رہی نہ پروانہ۔ اور اسی مقام کو حضرت عطار یوں فرماتے ہیں ؎

دل بود طعمۂ خود ز چار خطر ۔۔۔ مرد باید کہ بگذرد زیں چار

اوّل

گر بود خاطرِ تو مائل حق ۔۔۔ خطرہ آسمانیش پندار

دوم

در بسوے عبادتت بکشد ۔۔۔ خطراتِ ملایکش بشمار

سوم

در شود ایں تنِ تو مائلِ خور ۔۔۔ ایں کشاکش ز نفسِ بد انگار

چہارم

در بیابیش در تردد جاہ ۔۔۔ کہ چنین و چناں بر آرم کار

جانِ من ایں خطر ز شیطان ست ۔۔۔ ایں خطر از درست مردم خوار

از خطرہا اگر بروں آئی ۔۔۔ نہ خزاں ماند و نہ فصلِ بہار

نام ایں منزلے تو او دنے ۔۔۔ ہست جائے شکیب و جائے قرار

لیک اینجا ستادنت مشکل ۔۔۔ بلکہ زینجا گزشتنت دشوار

اور قلندر صاحب رح پانی پتی نے ایک ہی شعر میں خاتمہ کر دیا ہے ؎

سر برہنہ نیستم دارم کلاہِ چار ترک ۔۔۔ ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولا ترک ترک

پیدائش عالم و فنائے اتم

وہ ذات بیچون و بیچگون بے شبہ و بے نموں ہے۔ نہ اُس کو کسی شے سے مشابہت نہ کسی شے کو اُس سے مناسبت نہ لطافتِ خلا کو اُس کے تنزیہ سے کچھ نسبت۔ نہ رسائی عقل کو اُس کی ماہیت سے کچھ واقفیت۔ وہ وراء الورے سب تشبیہوں اور استعاروں سے پاک

اور عقل و وہم سے بری ہے۔ لیس کمثلہ شئی ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم | وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

پس اُس تک رسائی بے صفات کے اور صفات تک بغیر آثار کے ناممکن ہے ؎ ذوق

جہاں دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا | تجھے ہم نے کبھی تنہا نہ پایا

ان آثار ہی کا نام عالم ہے جس کو فانی کہہ سکتے ہیں نہ باقی۔ نہ باطل کہہ سکتے ہیں نہ حق۔ اِس عالم میں آثار صفات کا رنگا رنگ مخلوق کی صورت میں نظر آنا یا عقل و ادراک میں پایا جانا صرف ایک نمود ہے جو اہل ظاہر کے نزدیک موجود حقیقی اور اہل باطن کی نظر میں نیست ہست نما ہے ؎ رومی

بحر را پوشید و کف کرد آشکار | باد را پوشید و بنمودت غبار

اُس ذات پاک سے عالم امکان میں اوّل روح نے ظہور پکڑا جو نہایت لطیف اور اثر فعل سے پاک و مبرا ہے۔ حضرت قلندر پانی پتی نے روح کے مخاطبہ میں چند اشعار لکھے ہیں ؎

مرحبا اے فیض بخشِ کائنات | یافت ترکیب از وجود تو حیات
غرق بودی در محیط ذات پاک | از تو روشن شد چرا ایں تیرہ خاک
اے کہ بودی در ہوائے لامکاں | چوں جدا گشتی بگو راز نہاں
پاک بودی در حریم کبریا | از چہ پیدا شد ترا حرص و ہوا
گاہ در دوزخ روی سازی مقام | گاہ در جنت روی آخوش خرام
گہ کنی جلوہ در اقلیمِ فنا | گہ روی در عالمِ ملکِ بقا
از نور روشن کوکبِ ایمانِ من | پردہ بردار از رخِ جانانِ من
در سخن شد عندلیبِ با نوا | گفت بشنو تا بگویم رازہا
آفرید حق مرا از نور ذات | تا شناسم ذات او را از صفات
بودہ ام در باغ وحدت بے نشاں | چوں بکثرت آمدم گشتم عیاں
امر ہم روح کردہ نام ما | کردہ پُر ساقی ز وحدت جام ما

تافت بر ہر ذرّہ خورشید کمال　　گشت پیدا از جمالِ ذوالجلال

غرض روح نے جب ارادہ کیا کہ میں کچھ کام کروں تو اُس سے جو حرکت پیدا ہوئی اُسی کا نام قلب ہے۔ یا یوں سمجھو کہ وہ نقطہ جس سے دائرہ موجودات گردش میں آیا۔ قلب ہے اگر ارادہ اظہار ہوا تو محسوسات تک نظر آنے لگے نہ ہوا تو کچھ بھی نہیں جیسے ہوا چلی تو محسوس ہوئی ورنہ خیر ؎ اعلم

کی جو بس قلب نے ذرا حرکت　　ہوئی پیدا شبیہ و شکل و مثال

یہاں سے ظاہر ہے کہ قلب بھی ایک وجود لطیف ہے جو نور ذات سے ہے اور جملہ موجودات میں ساری اور ہر جگہ موجود ہے۔ مولوی معنوی ؎

ایں جمالِ دل جمالِ باقی است　　دو لبش از آبِ حیواں ساقی است

خود ہم او آب ست و ہم ساقی و مست　　ہر سہ یک شد چوں طلسم تو شکست

اس آئینہ سے فوراً دوئی یعنے دیکھنے والا اور صورت پیدا ہو گئی ہے یوں عالم نے ظہور پکڑا۔ سمجھنے کی بات ہے گویا تمہاری صورت تم کو تمہارے اندر نظر آنے لگی یعنی اپنی صورت اپنی ذات میں اپنے آپ کو نظر آنے لگے گی۔ جیسے نور آفتاب جب نظر میں سمایا تو آفتاب نظر آیا۔ یعنے آفتاب ہی نے آفتاب کو دیکھا ؎ شاہ حمزہ رح

روے در روے و شہود اندر شہود　　عین عین اللہ نمود اندر نمود

خود خودی با خود رہِ دیگر مپو　　تو توئی با تو درِ آخر مجو

چوں تو خود یارِ خودی در خانماں　　از کہ باشی تو جدا اے عین جان

رو سوے بسطامِ دل کنجے نشیں　　حق چہ جوئی حق توئی اے مردِ دیں

مگر جب دیکھنے والا جدا اور صورت جدا سمجھی تو وہی تفرقہ پڑ گیا۔ اور غلطی میں پھنس گیا ؎ غالب

اُتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُعد ہے　　جتنا کہ وہم غیر سے ہوں پیچ و تاب میں

ہیں جلوۂ ناز سے نکل کر　　(اعلم) بھیس اپنے فراق کا بدل کر

خود اپنی تلاش کو چلا ہوں　　واقف نہیں کون ہوں میں کیا ہوں

گم ہو کے بنا ہوں اپنا جویا　　میں خود نہیں دوسرا ہوں گویا
بیگانہ وشی میری عجب ہے　　اپنے کو بھلا دیا غضب ہے

اگر خیال ظاہر پر دوڑ گیا تو اشیائے فانی پر فریفتہ ہو کر مبتلائے عذاب ہو گیا اور باطن کی طرف متوجہ ہوا تو حقیقت پر مائل ہو کر اپنی اصل میں جا ملا اور راحت جاوید اُس کا حصہ ہُوا۔ جیسے سمندر کی لہر اگر باہر آئی تو ہزار ہا مختلف لہروں سے اُس کو سابقہ پڑا اور جو اندر کی طرف گئی تو اصل میں جا ملی۔ پس جب تک یہ حرکت قائم ہے قیام عالم ہے اور جب یہ جاتی رہی عالم بھی نہ رہا۔ ؎ روم

صورت از بے صورتی آمد بروں　　باز شد انا الیہ راجعون

غرض عالم کی بود و نابود حرکت قلب پر منحصر ہے۔ اسی سے تفرقہ اُٹھتا اور اسی سے فرو ہو جاتا ہے۔ جیسے آگ ہوا سے ہی بھڑکتی اور ہوا سے ہی بجھ جاتی ہے ؎

دنیا خوابے ست کہ در خواب بینی آں را　　خوابے ست زندگانی درد ے

واقع میں یہ سارا جہان جو بعد روح نظر آرہا ہے ایک خواب طویل ہے کہ خیال انسانی نے اُس کو اصلی مان رکھا ہے ورنہ اپنا ہی ظہور ہے یعنے اپنے ہی خیال نے یہ صورت پکڑی ہے۔ اعلم

نظر چاہیئے اور صفا چاہیئے　　دل آئینہ ہے دیکھنا چاہیئے
کروں مرکز قلب پر میں نگاہ　　کہ نکلی جہاں سے دو عالم کی راہ
پڑی اپنی صورت پہ اپنی نظر　　ہوا عکس آئینہ میں جلوہ گر
فقط میں ہی میں ہوں کہاں غیر ہے　　بنے ایک کے دو عجب سیر ہے
کیا آپ پر میں نے اپنا ظہور　　نمایاں دوئی پر دوئی مجھ سے دور
عدم میں بھی میں آپ موجود ہوں　　کہ شاہد بھی ہوں اور مشہود ہوں
میں جنبش کروں تو وہ جنبش کرے　　مرے حکم سے وہ جئے اور مرے
نہ مجھ سے جدا وہ نہ میں اُس سے دور　　وہ میرے مقابل میں اُس کے حضور

وہ مجھ میں سمایا ہے بنکر عالم
میں اس میں سمایا ہوں بے کیف وکم

میں کرتا ہوں ظاہر میں اس سے خطاب
پس پردہ دیتا ہوں خود ہی جواب

ہے القصہ فعل اُسکا میرا ہی کام
بس آگے خبر کچھ نہیں والسلام

رنگ جو بمدد آفتاب روشنی میں نظر آرہا ہے اُس کو حقیقی سمجھنا دھوکا ہے وہ خارجی وجود نہیں رکھتا بلکہ آفتاب ہی کا ظہور ہے کیونکہ آفتاب کے خیال یعنی شعاع نے یہ صورت پکڑ رکھی ہے نہ اس کو عین کہہ سکتے ہیں نہ غیر۔ یہ طلسمات دوجہاں بھی نشور قلب کے ذریعہ سے نظر آرہا ہے ورنہ حقیقت میں آفتاب حقیقی جلوہ گر ہے ؎ اعلم

اپنے ہی تصور سے ہیں جملہ طلسمات
نے حق ہے نے باطل ہے نے سافل ہے نے عالی

جب زور ہوا وہم کا سب ہو گئے موجود
یہ نیک ہے یہ بد یہ جلالی یہ جمالی

ہے روشنی سب ایک تمیز اور نہ تفرق
گنتی میں ہزاروں ہیں چراغانِ دیوالی

ہر چند مٹھائی کے بکثرت ہیں کھلونے
سب قند ہیں جب ٹوٹ گئی شکلِ مثالی

ہر قسم کا مبدا ہے وہی ایک حلاوت
گو مختلف اقسام سے معمور ہے تھالی

نے کشف و کرامت نہ مناسب نہ مراتب
نیرنگ دو عالم ہے تماشائے خیالی

اہل عالم کی حالتیں

اہل عالم کی حالتیں دو ہیں۔ ایک خواب دوسری بیداری۔ اہل تحقیق کے نزدیک دونوں برابر ہیں۔ صرف اتنا ہی فرق ہے کہ ایک کلاں ہے ایک خورد جس طرح بیداری میں خواب کی اشیا وجود خارجی نہیں رکھتیں۔ ایسے ہی خواب میں بیداری کی اشیا کا حال ہو جاتا ہے۔ پس دونوں حالتیں خواب و خیال ہیں وجود اصلی دونوں میں ایک بھی نہیں رکھتی۔ جو واقعات خواب میں پیش آتے ہیں وہ اُس حالت میں یقینی معلوم ہوتے ہیں۔ مگر آنکھ کھلنے کے بعد جبکہ وہ حالت بدلگئی تو بے اصل معلوم ہوتے ہیں اسی طرح جو معاملات بیداری میں یقینی اور واقعی معلوم ہوتے ہیں۔ اُنکی قلعی حصول معرفت کے وقت کھل جاتی ہے۔ اُس وقت حیرت ہوتی ہے کہ یہ سارا تماشا

جو نظر آرہا تھا کہاں گیا ع

نے سما بینی نہ اختر نے وجود

جب آنکھ نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ (ایم دار) جب آنکھ ہوئی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

بیداری کے ربط و ضبط و تعلق باہمی کا معاملہ بھی خواب جیسا ہے نہ یہ وجود اصلی رکھتا ہے نہ وہ۔ صرف خیال نے مان رکھا ہے ؎ اعلم

بحر وحدت میں سب ہیں مستغرق | روح و جسم و حواس و عقل و کمال
ذاتِ واحد صفاتِ گوناگوں | غضب و رحمت و جلال و جمال
ہے یہاں نسبت و اضافت ہیچ | ہستی و نیستی بھی ہے پامال
آنِ واحد ہے جو ہوا سو ہوا | وقت ماضی یہاں نہ استقبال

بیان بالا سے ظاہر ہوا کہ جیسے خواب کی اشیا بیداری میں باقی نہیں رہتیں ایسے ہی عالمِ بیداری کی اشیا معرفت کے وقت نہیں رہتیں۔ کیونکہ جب انسان اپنے اصلی مرکز پر جہاں سے چلا تھا پہنچ جاتا ہے تو یہ سارا جہان مٹ جاتا ہے۔ جیسے نقطہ فوکس یا نقطۂ دماغ میں جو نظر تیلیوں سے گزر کر بناتی ہے سارے جلسہ کی صورتیں سما جاتی ہیں اور نہیں معلوم ہوتا کہاں گئیں ع

نکل گئی پربت کو رائی سرسوں پھولی آنکھوں میں

اور یہ نقطہ (مرکزِ اصلی انسان) محدود معین نہیں نہ طول رکھتا ہے نہ عرض نہ عمق نہ بعد مسافت نہ تحت نہ فوق نہ راست نہ چپ نہ پیش نہ پس اور ایک ذرہ بھی امکنہ علیین و سافلین نامتناہی کا اُس سے خارج نہیں

لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض ؎ حضرت عطار

زنقطہ مگزر و سے باش ساکن | کہ تا چوں انبیا باشی تو ایمن

شبلی علیہ الرحمۃ نے اسی مقام بے مقامی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میں نقطہ بائے بسم اللہ ہوں آنِ واحد وہ لمحہ ہے کہ از منہ گذشتہ و نیامدہ ازل سے ابد تک اُس میں موجود و حاضر ہیں ؎ مولوی معنوی

چوں ز ساعت ساعتے بیروں شوی | چوں نماند محرم بیچوں شوی

زانکہ آں سو جملہ ملت ہا یکے ست | صد ہزاراں سال و ساعت ہا یکے ست
ہست آزل را و ابد را اتحاد | عقل را رہ نیست سوئے افتقاد
لامکانے کاندراں نورِ خداست | ماضی و مستقبل و حالش کجاست

یہ نقطہ یا لمحہ واحد حقیقی کے اسرار وحدانیت و فردانیت کا مظہر ہے نہ کہ خود واحد حقیقی۔ وہ ذات پاک اس سے بھی منزہ ہے کیونکہ ازمنہ و امکنہ و جہات سب حادث ہیں اور وہ قدیم۔ پھر حادث میں قدیم کی سمائی کہاں۔ اور یہ مقام خبر دیتا ہے لی مع اللہ وقت[1] اور مقام محمود[2] اور مقام ابراہیم سے[3]

عطار

الالاے نور قدسی باز نما | ز زنگ آئینہ دل پاک بزدا
زمین و آسماں بردار از پیش | نمودِ جسم و جاں بردار از پیش

جب سالک کو رحمت کاملہ جذب کر کے مشاہدہ میں لیجاتی ہے تو اُس کو حال کہتے ہیں اور حال میں کچھ شعور نہیں رہتا ہے جو پہنچتا ہے وہی نذار دہوتا ہے پھر بیان میں کیا آسکے ع

محرم ناسوت بالاہوت باد ؎

نے نفی شو و ترانہ اثبات۔ (واعظا) ایں خانہ شش در ست و شش بات
راہ پس و پیش بستہ گردد | قطع کم و بیش در نوردد
نے شرح بود عبارتے را | نے زہرہ بود اشارتے را

مولوی معنوی

اے خدا بنماے ما را آں مقام | کاندراں بے حرف مے روید کلام
گام اندازیم و آنجا گام نے | جام پردازیم و آنجا جام نے

---

[1] لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ نبی مرسل ولا ملک مقرب۔

[2] مقام محمود عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔

[3] مقام ابراہیم ومن دخلہ کان آمنا۔

زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست — معنی اندر معنی وربانی ست

میں حامی نماید روے دلدار (عطار) عیانِ عشق باشد لیس فی الدار

دریں جا نیست جسم و عقل و ادراک

نمودار ست ایں جا صانع پاک

مناجات

خدایا وہ کامل نظر دے مجھے — علم — کہ ہر ایک ذرّے میں دیکھوں تجھے

وہ غم دے کہ ہو جائیں سب غم غلط — نہ ہو اور کچھ تو ہی تو ہو فقط

اگر غرق طوفاں ہو کل کائنات — نہ پھسلے مگر میرا پائے ثبات

رہے دھیان میں کچھ نہ دوزخ بہشت — تری یاد بنجائے میری سرشت

مرے دل سے زنگِ دوئی دور کر — مرے دل کو وحدت سے معمور کر

مٹے وہم باطل نظر آئے حق — پڑھوں پتّے پتّے سے تیرا سبق

نگاہوں میں ہو جلوہ گر تو ہی تو — ہر اک گل میں پاؤں تیرا رنگ و بو

کروں فہم تجھ کو ہر اک بات سے — سنوں تیرا نغمہ جمادات سے

ترا جلوہ دیکھوں نہان و عیاں — نہ پائے مگر مجھ کو میرا نشاں

ترے بادۂ عشق سے ہو کے مست — سنوں گوش جاں سے ندائے الست

کہوں میں بلے اور ہو جاؤں لا — محبت کے شعلہ سے مجھ کو جلا

کہوں اور سنوں خود بنوں چشم و گوش — مری بیخودی پر ہوں قربان ہوش

محبت کے دریا میں مجھ کو ڈبو — تمنا ہے یہ اب تو جو ہو سو ہو

رہے ماسوا کا نہ ذرہ خیال — مجھے ایک ہو جائے ماضی و حال

خلا و ملا میں نہ ہو وہم غیر
کروں بیخودی میں خدائی کی سیر

مرے وصف بنجائیں تیری صفات
مری زیست بنجائے تیری حیات

مری بات بنجائے تیرا کلام
مری چال ہو جائے تیرا خرام

پلا مجھ کو عرفاں کا جامِ رحیق
تحیر کے ورطے میں کردے غریق

نہ لیلیٰ رہے اور نہ مجنوں رہے
فقط درمیاں ایک مضموں رہے

نہ ساغر رہے اور نہ ساقی رہے
سوا تیرے کوئی نہ باقی رہے

خاتمہ

میر احمد حسین صاحب مرحوم و مغفور جو ایک نیک سیرت و پاک طینت جواں تھے اس رسالہ کا پہلا مسودہ لکھنؤ لے گئے اور مطبع نامی منشی نول کشور میں طبع کرایا - اب اس پر نظر ثانی میں کسی قدر اضافہ کیا گیا اور کہیں کہیں عبارت میں بھی تغیر کا اتفاق ہوا ہے - جن اشعار پر ۂ علم لکھا گیا ہے وہ میرے دوست بے ریا اور محب باصفا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے فکر رسا کا نتیجہ ہیں ٭

نجم الدین ڈپٹی انسپکٹر

(خاکپائے اہل اللہ محمد حسین کاتب امین آبادی)

تیرھویں صدی ہجری کے مجدد

جو با اتباع سنت حضرت سرور کائنات صلعم اُمی تھے لیکن جن کو جناب رسول مقبول صلعم کی جسمی زیارت نصیب ہوئی۔ جن کو غیب سے خوان نعمت ملا کرتے تھے جنکی سواری کے جانور حرام غذا نہ کھاتے تھے جب وہ نواب امیر خان والئے ٹونک کی فوج میں بطور سپاہی کام کرتے تھے۔ تو انگریزی سپہ سالار فوج آپکے ہمراہ دشمن کے دستہ میں آگیا اور جنگ سے تائب ہوا جن کے دشمن آپکو قتل کرنے آتے تو مرید دست بیعت ہو جاتے جن کے خدام کو ہمیشہ غیب سے خرچ ملتا جنکی دعا سے شیعہ عالم رویا میں خود حضرت سرور کائنات روحی فداہ سے نصیحت پاکر رافض سے تائب ہوا جنکی دعا سے میوانے ہشیار اور کسبیاں تائب ہو کر نیکو کار ہو گئیں۔ جو حج پر گئے تو راستے میں انگریزوں نے انکو دعوت دی جنکی مخالفت سے بڑے بڑے ہشیار مجنون ہو گئے جن کے ہاتھ پر ایک مالدار ہندو سیٹھ سچا خواب دیکھکر مسلمان ہوا جن کے قافلے کو غیبی اونٹوں نے عدن پہنچایا۔ غرض جنکی کرامات کا سلسلہ ایک بحر ناپیدا کنار تھا اس بزرگ کے حالات و کرامات کیلئے آپ پونے تین سو صفحہ کی کتاب سوانح احمدی یعنے حالات حضرت سید احمد صاحب بریلوی منگاکر ملاحظہ فرماویں ۔ قیمت علاوہ محصولڈاک صرف دو روپے .. .. عمر

حیاتِ داغ ملک الشعراء جہان استاد مرزا داغ دھلوی کے حالات باتصویر نہایت عمدہ ڈمی کاغذ پر ۔ قیمت علاوہ محصولڈاک .. ۶ر

حیاتِ حالی شمس العلما مولٰنا الطاف حسین صاحب حالی کے باتصویر حالات زندگی نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے سفید کاغذ پر ۔ قیمت صرف .. ۶ر

الوارث حضرت حاجی سید وارث علی شاہ صاحب کیحالات جن کے ساتھ چار فوٹو کی تصاویر بھی ہیں ۔ قیمت صرف بارہ آنے ۱۲ر

حیاتِ ابدی حضرت رابعہ بصری کیحالات ۔ قیمت صرف ۴ر

المشتہر

منیجر دفتر صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات پنجاب

یثرب و بطحےٰ کے تحفے

حرم شریف مکہ معظمہ کا سطحی خاکہ اور حجر اسود

رنگین نہایت خوبصورت روغنی معہ رول و کپڑا ہدیہ فی عدد صرف ایک روپیہ (عہ) مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ دونوں کے سطحی خاکوں کی خریداری پر خرچ ڈاک معاف سائز ۲۲ + ۲۹ انچہ - سالم تقطیع حج جانے سے پہلے ایک نقشہ ضرور ہمراہ لے جاؤ ہر ایک مقام آسانی سے معلوم ہو جاویگا - بعض ایسے رموز و نکات اس نقشے میں ہیں جن کی بڑے بڑے علماء اور معلمان مکہ معظمہ کو بھی خبر نہیں - حرم شریف کے تمام مشہور دروازے - منارے - صحن - صحن میں راستے - چاروں مصلے - چاہ زمزم - مقام ابراہیم - منبر - قبۃ الفراشین - مطارف کن - ملتزم - مقام جبریل - حطیم - مستجار - غرضیکہ ہر ایک حصہ کو نہایت خوبصورتی سے پیمانہ کے ساتھ ٹھیک اُنکی اصلی جگہ پر دکھا دیا ہے - حجر اسود کا صحیح خاکہ اور اس کی اصلی حالت علیحدہ نقشہ میں جو اسی خاکہ کے ساتھ ظاہر کر دی ہے - بڑی بابرکت چیز ہے - ایک روپیہ کو بالکل مفت سمجھئے +

حرم شریف مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ

یہ نقشہ ایڈیٹر صاحب صوفی اپنے گزشتہ حج میں مدینہ منورہ سے ہمراہ لائے تھے - یہ ایک ترک انجینیر نے موقع کی پیمائش کر کے پیمانہ سے بنایا ہے - نہایت عمدہ متبرک اور عجیب چیز ہے - مسجد نبوی میں جہاں جہاں ستون ہیں نقشے میں وہاں ایک چھوٹا سا دائرہ بنا دیا ہے - حضرت سرور کائنات کے عہد مبارک میں مسجد کی جسقدر حد تھی - اسکو سبز رنگ دیا گیا ہے حضرت عمر حضرت عثمان بن عفان اور خلفائے نے اپنے عہد میں جسقدر ابزادیاں کی ہیں سب علیحدہ علیحدہ رنگ سے دکھائی گئی ہیں - ریاض جنت کا ٹکڑا جس کے ستون کا موقع پر تمیز کیلئے زرد رنگ سے نقشہ میں بھی ستونوں پر بھی رنگ دیا گیا ہے - باب الرحمۃ - باب السلام - باب النسا - باب الجبریل - باب المجیدی وغیرہ سب عین مطابق موقع پیمانے سے بنائے گئے ہیں روضہ شریف جناب رسول مقبول صلعم اور حضرت ابابکر صدیقؓ حضرت عمر خطابؓ کی اصلی جگہ موقع پر ظاہر کر دی گئی ہے سٹور (مخزن) اور کتب کے کمروں بستان فاطمۃ الزہرہ - بیر فاطمہؓ اور دیگر ضروری مقامات بھی دکھائے گئے ہیں - منبر محراب النبی صلعم - محراب عثمانؓ جائے تکبیر سب دکھائے ہیں +

یہ نقشہ پانچ رنگوں میں خاص اہتمام سے تیار کرایا گیا ہے معہ رول و کپڑا روغنی نقشہ کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے جو اس خوبی کے مقابلہ میں کچھ بھی قیمت نہیں +

المشتہر

منیجر دفتر صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات (پنجاب)

۲۱ اکیس فوٹو

دیار حبیب صلعم کے قابل دید مناظر کے عکسی تصاویر

یہ فوٹو نہایت محنت سے تیار کرائے گئے ہیں۔ اب تک دس فوٹو تیار تھے اب اکیس۲۱ فوٹو کا سٹ تیار ہے قیمت فی عدد (۳ر) اکیس فوٹو کا سٹ مکمل (عہ) دس فوٹو (عہ) علاوہ محصول (۱) روضہ شریف حضرت سرور کائنات صلعم کا رنگین فوٹو (۲) کعبۃ اللہ بیت اللہ شریف کا فوٹو سیاہ ریشمی غلاف اور اس پر سنہری حروف جو فوٹو میں اچھی طرح پڑھے جاتے ہیں (۳) مدینہ منورہ کا نظارہ (۴) مکہ معظمہ میں نماز جمعہ کا دلچسپ نظارہ (۵) میدان عرفات میں لوگوں کے خیمے اور قاضی صاحب کا جبل رحمت پر خطبہ پڑھنا (۶) شیطان کو کنکر مارنے کا نظارہ یعنی رمی (۷) میدان منا میں حاجیوں کے کیمپ اور مسجد خیف کا سین (۸) جنت المعلیٰ واقعہ مکہ معظمہ جس میں حضرت خدیجہ حرم رسول کریم صلعم اور حضرت آمنہؓ والدہ حضرت سرور کائنات کے مزار کے فوٹو بھی ہیں (۹) جنت البقیع جس میں مزارات اہل بیت و امہات المومنینؓ و بنات النبیؐ حضرت عثمان غنیؓ و شہدائے بقیع وغیرہ (۱۰) کعبۃ اللہ کے گرد حاجی طواف کر رہے ہیں (۱۱) کوہ صفا و مروہ اور وہاں جو کلام مجید کی آیت کریمہ منقش ہے وہ فوٹو میں حرف بحرف پڑھی جاتی ہے (۱۲) روضہ شریف حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سادہ فوٹو (۱۳) مسجد حضرت عائشہ صدیقہ جہاں سے حاجی عمرہ باندھتے ہیں (۱۴) محمل شامی کا میدان عرفات میں قابل دید نظارہ (۱۵) محمل مصری کا شاندار سین (۱۶) پرانے مدینہ میں اسلام کی پہلی مسجد قبا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سب سے اول تیار کی اور کرائی (۱۷) سیدنا امیر حمزہ کا مزار جو جنگ احد میں شہید ہوئے (۱۸) بیت المقدس کی مسجد اقصےٰ (۱۹) حرم شریف بیت المقدس میں رحمت اور توبہ کے دروازے (۲۰) صخرہ یعنی وہ بہشتی پتھر جو مسجد اقصےٰ میں معلق تھا اس کا فوٹو اور مسجد کے اندر کا قابل دید نظارہ (۲۱) بیت المقدس میں مسجد سیدنا حضرت عمرؓ اور شہر کا عام دلچسپ سین +

یہ وہ نقشے نہیں جو بمبئی وغیرہ کے بازاروں میں عام طور پر فروخت ہوتے ہیں۔ یہ اصلی فوٹو ہیں۔ اس لئے آپ ان کو منگا کر اپنے مکانوں اور کمروں کو زینت بخشیں۔ روضہ شریف کا رنگین فوٹو قیمت فی عدد (۶ر) سائز ہر ایک فوٹو ۱۴ + ۱۱-۱ انچ ہے۔ لیکن مکمل سٹ کے ساتھ یہ رنگین فوٹو اسی قیمت یعنی (عہ) میں دیا جاتا ہے علیحدہ ۶ر کو ملتا ہے +

ملنے کا پتہ

مینجر دفتر صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات (پنجاب)

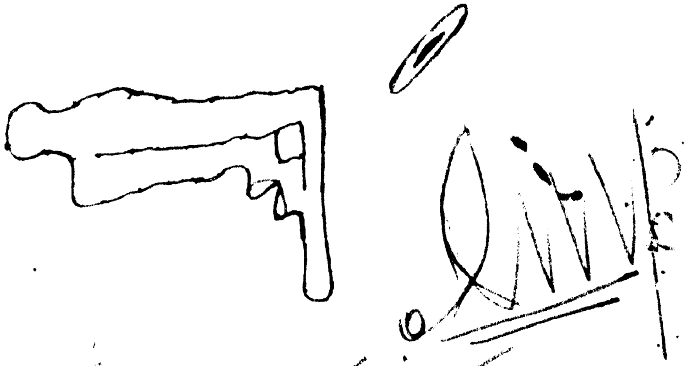

کسی مقناطیس کے مقناطیسی معیار اثر سے مراد

اس جفت کا معیار اثر ہے جو کہ اس

مقناطیس پر اس وقت اثر کرے

جبکہ مقناطیس کا محور مقناطیسی میدان

کے علی القوائم ہو ۔ اور مقناطیسی میدان کا شدت واحد

اور یہ عدداً م ۲ ل کے مساوی ہوتا

ہے یعنی مقناطیسی طول × قطبی طاقت

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

6421

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ

۱- اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس [illegible] و مجلس انتظامی [illegible] عہدہ داران [illegible]
مجالس شعبہ جات و نصاب پانچ کتابیں ایک وقت میں لے سکیں گے۔

۲- اساتذہ جامعہ عثمانیہ [illegible] دس کتابیں ایک وقت میں لے سکیں گے اور [illegible]
اور اراکین دار الترجمہ دس کتابیں ایک وقت میں لے سکیں گے [illegible]

۳- طلبا ایم اے، ایل ایل بی [illegible] کتابیں ایک وقت میں لے سکیں گے [illegible]
طلبہ تین کتابیں [illegible]

۴- مدت مقررہ [illegible] کتاب واپس [illegible] لیا جائیگا

۵- ایک آنہ یومیہ فی کتاب [illegible]

۶- بشرط موقع کتابیں مکرر جاری کی جا سکیں گی مگر [illegible]
ہر کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۷- کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو [illegible] ادا کرنی ہوگی۔

۸- کتابوں پر کسی قسم کا نشان یا [illegible] نہیں [illegible]

۹- قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط

۱۱/۱۲ [illegible]